

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

مجلس مخیرۃ البانصار بھیرہ و ادارۃ عالیہ محمدیہ کاترجمان
قیمت سیلانی

معاونین سے صبر
عوام سے دعا
طلبہ سے محبت

شمس الاسلام

ماہنامہ

بھیرہ (پنجاب)



مسلمانوں کا فرض

”شمس الاسلام“ اس نازک دور میں جبکہ حق اور اہل حق پر اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے چاروں طرف سے یورش کر رکھی ہے جس مقامت کے ساتھ حق کی اشاعت اور باطل کے حلال کی مدافعت کر رہا ہے وہ اس کا باقاعدہ مطالعہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ حق یہ تھا کہ تمام مسلمان بالخصوص حضرات اہل السنۃ والجماعۃ اس سالہ کی قدر کرتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت میں سرگرم حصہ لیتے لیکن نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ اس خصوص میں بے حس واقع ہوئے ہیں۔ ہم انتہاء درجہ کی مالی مشکلات میں مبتلا ہونے کے باوجود رسالہ کو پابندی کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ ان مشکلات کی موجودگی میں اسے جاری رکھنا خدا تعالیٰ ہی کی توفیق پر منحصر ہے ورنہ بسا اوقات پریشان ہو کر رسالہ کو بند کر دینا ارادہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان امراء علماء و کرام سچاؤ نشین حضرات اور دیگر مذہبی خادموں کی خدمت میں درخواست کہ وہ ہمارے صبر و استقامت کا مزید امتحان لیں اور دشمنوں کی طرح الگ رہ کر ہماری مصیبتوں کا تماشہ نہ کیجیں۔ جو حضرات خود مالی امداد کر سکتے ہیں وہ سو سو پیاس یا کم و بیش روپیہ قدر میں بھیج کر اس کے معاوضہ میں غریب کے نام رسالہ جاری کر اگر ثواب حاصل کریں اور دوسرے حضرات اپنے اپنے حلقہ آفرین رسالہ کے بکثرت خریدار مہیا کر کے ان سے سالانہ چندہ بھجو کر ہمیں ممنون فرمائیں۔ کیا ہماری یہ درخواست سمجھ قبول کے ساتھ نشی جائے گی؟

نیا زندا: مینجر رسالہ ”شمس الاسلام“ جامع مسجد بھیرہ ضلع شاہ پور (پنجاب)

(ماہنامہ مولوی غلام حسین ایڈیٹر، بھیرہ، ضلع بٹالہ، پنجاب) پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) شائع ہوا

بیاد گار

المحضرت جامع الشریعت والطرقت
قدوة السالکین بید العارفين مولانا
محمد ذاکر صاحب بکوی
نور اللہ مرقدہ

من جانب

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)
اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ

بسرپرستی

حضرت رئیس المبلغین مولانا
محمد نصیر الدین صاحب
بکوی رحمۃ اللہ علیہ جاری
کیا گیا

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔
(۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ۔ ایجاد و اشاعت علوم دینیہ۔
(۳) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم عزیز یہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام
طریق کار کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پید
کی جا رہی ہے۔ (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) یتیم خانہ۔
(۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ جو صاحب حزب الانصار بھیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ رقم عطا فرمائیں گے وہ سرپرست تصور ہو ایسے صاحب اسماء گرامی جریدہ شمس الاسلام میں شائع ہونگے ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵۔ ۱۰۰ ماہانہ مساجد یا طلباء کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائیگا۔ پانچ روپیہ سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب مہوار رقم عطا فرمائیں گے وہ معاونین میں شمار ہونگے اور ان کی سفارش پر ۱۰۔ ۱۰۰ ماہانہ مساجد یا طلباء کے نام رسالہ جاری کیا جائیگا۔ معاونین کے اسماء بھی شکر تہ کے ساتھ درج کئے جائیں گے۔
- ۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ رکینیت کم از کم چار آنہ مہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ عام سالانہ چندہ مقرر ہے نمونہ کار پر چھ سائے تین آنہ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۴۔ رسالہ باق عہدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے بعض رسائل رسد میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف مہینہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
- ۵۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔
- ۶۔ پیرنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔

جلد خط و کتابت
بنام غلام حسین مینجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

سرخ پینسل کا نشان۔ یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پینسل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا بخوہے کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ بھیجیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ پی آر سیل خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہوگا۔ (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

حُسن بے حجاب مغربی تہذیب کے آئینہ میں

(از جناب محمد سعید صاحب عثمانی - ہوشیار پور)

بجلیاں ہیں کہ نگاہوں میں ترپ جاتی ہیں
اس طرح چلتی ہیں گویا کہ اڑی جاتی ہیں
ہوں نظر باز تو وہ اور بھی اٹھلاتی ہیں
بات کرنے میں جھجکتی ہیں نہ شرماتی ہیں
جس مت در فاش ہوا اتنا ہی وہ اتراتی ہیں
بے حجابانہ وہ جب ناچتی اور گاتی ہیں
شوہرا اپنے لئے وہ آپ پھنسا لاتی ہیں
دیکھیں یہ منظر جاں بخش وہ دکھلاتی ہیں
نظر جس جدت تہذیب کی للچاتی ہیں

مہ جبینان فرنگ آنکھیں جو دکھلاتی ہیں
جوش مستی میں سنبھلتے ہی نہیں اُن کے قدم
پردہ کہتے ہیں کسے ہوتے ہیں کیا بند قبا
دیدہ مست میں ہوشم و حیا کیا معنی
اتنی بے باک ہیں، ناموس و حیا کا پردہ
چشمِ نظارہ کو رخصت ہے مزے سے دیکھے
دام کیسوئے ادا ہیں جو نہیں ہیں کیسو
شوقِ عریانی ہے غالب، نگہ دہر کو کب
یہ وہ نظارہ ہے جس کے لئے اک مدت سے

❖❖❖

دہلوی ہیں کہ وہ سندھی ہیں کہ گجراتی ہیں
آنکھیں آنکھوں سے جو پردہ نہ ہو لڑ جاتی ہیں
یعنی الفت کی حرارت سے وہ گراتی ہیں
سرحد شوق تناسل پہ پہنچ جاتی ہیں

اس نصیحت کو عزیزانِ وطن سُن لیں
اپنی خاتونوں کے چہروں سے نہ اٹھنے دیں قبا
پھر جو فطرت کا تقاضا ہے وہی ہوتا ہے
مستی و عشق کے رہوار پہ رکھتے ہی قدم

❖❖❖

اس کی فوجیں مجھے ہر سمت نظر آتی ہیں
روحیں اک اک سے فرشتوں کی بھی تھرتھاتی ہیں
گر کوئی سیکھے تو وہ شوق سے سکھاتی ہیں

ہاں خدا کے لئے اس فتنہ سے رہنا ہشیار
وہ بلائیں جو گلی کو چوں میں ہیں گرم خرام
عشق بازی کا ہنر اور فنِ مستی کا سبق

عورتیں پردہ ناموس جو چاک کریں
ایسی تو ہیں بخدا خاک میں مل جاتی ہیں

اشارات

عالم برزخ

(از مولانا شوق صاحب محمودی)

خاصہ فطرت نے ہر انسان میں ولایت فرمایا ہے روح کا تعلق ایک وسیع اور ناپید کنارا عالم سے ہے جب تک انسان بقیہ حیثیت رہتا ہے۔ اُس کی روح مادہ کی زنجیروں میں جکڑی رہتی ہے اور اُس کی جملہ قوتیں محدود رہتی ہیں اُس کے معلومات حد کمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان ظاہری تعلقات کے انقطاع کو گو ظاہر اموت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت روح کے لئے حقیقت احدیت میں استغرق و مشاہدے کا موقع صحیح طور پر اُسی وقت میسر آ سکتا ہے بقول شخصے ”تعطل اوراک“ یا ”الصلاح عن البشریۃ“ کے بعد ایک دوسری دنیا نظر آتی ہے جہاں اُس روح کو ”ملکوتیت“ یا ”الائی فطرت“ کے عظیم القدر خطابات سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُرا ہوتے نہیں
مرنے والے کی جبین روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں
عشق کی شاخیں کسی آندھی سے جھک سکتی نہیں
روح کی سرگوشیاں قبروں سے رک سکتی نہیں

خلعت کدہ یورپ کی پھیلائی ہوئی تہذیب کے مخرب اثرات اور سائنس کی ابتدائی کامیابیوں کی عارضی جگہ گھٹنے علم و بصیرت کی آنکھ پر چند دنوں کے لئے ٹھیکری لکھ دی تھی لیکن الحمد للہ کہ بہت جلد مادہ اور مادہ پرستی کے اجارہ داروں کی بے نور آنکھ کو قدرت کے مدد بٹش شدید رکھنے والے ہاتھ نے روشنی کی طرف ہدایت فرمائی مگر آہ قمت

اس ظاہری روشنی و تنویر کے دور بے تنویر میں جبکہ دنیا کے دو راز دست حلقہائے انسانیت میں بھی مادہ اور مادہ پرستی کی گرم باز آ رہی ہے روح یا روحانیت کے متعلق لب کشائی کرنا اپنی نفسیہ اور دقیانوسیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن حقیقت بہر کیف حقیقت ہی رہتی ہے۔ گو اُس کا اعتراف ہزار سال بعد میں کیوں نہ کیا جائے ”روح اور متعلقات روح“ کی تحقیق جاہلیت اور علم ہر دو زمانوں میں ہماری رہی ہے کفار مکہ نے بھی سرور عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا تھا۔ چونکہ روح کی ماہیت و حقیقت کا انکشاف انسانی فہم و ادراک سے بہت بالا تر تھا اور عقل انسانی منازل ارتقاء کے آخری درجہ پر پہنچ جانے کے باوجود بھی مدركات خارجی کے وراء الوراہ کا اور اک کرنے سے قاصر تھی۔ اس لئے ”الروح من امر ربی“ کہہ کر خاموشی کر دیا گیا۔ حکماء یونان اور فلاسفہ قدیم نے بھی اس باریک ترین مسئلہ کی تحقیق و تدقیق میں انتہائی جگر کا دی اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ لیکن فطرت کے اس راز سر لپیٹہ کو قدرت کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر حل کرنے میں نفل و تخیل کی دلدلوں سے ایک قدم آگے نہ بڑھا سکے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حلقہائے تعبیر میں فکر انسانی کی ہدایت و رہنمائی کیے روح کی چند حالتوں پر مختصر سا تبصرہ جس سے ایمان و ایقان کی حرارت رکھنے والوں دلوں کے لئے حکمت و بصیرت کے سینکڑوں باب کھل گئے۔ اسلامی تعلیمات پر ایک غیر معمولی نظر ڈالنے سے آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ انکشافات روح کا

التفات کرنے کو اسناد کے لئے جزدولانہنگ سمجھتے ہیں ورنہ جن لوگوں کے سینے نور ایمان کی مشعل سے روشن ہیں قرآن حکیم کے ارشادات عالیہ اور احادیث نبویؐ کے فرمان واجب الاذعان کے گوش گزار ہونے کے بعد کسی دلیل کے جرمہ برد افزا کے لئے تشنہ کام نہیں رہتے۔

باش تاپیش جمال تو بہار دگر است
یک گل از صد نشکست است گلستان ترا

کے ہٹنے اور نصیبوں کے کھوٹے انسان نما حیوان روحانیت کے متعلق تماشہ کی حد سے آگے تجاوز نہ کر سکے اسکی تائید سراولی و رلاج ولایت کے عظیم ترین مادہ پرستی کے ڈھوپیلے والے صاحب فکر کی تصنیفات میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہ حدیث دیگران کا ذکر مقطع میں سخن گسترانہ طور پر صرف اُن احباب کے لئے نوک قلم پر آگیا ہے جو ہر معمولی سے معمولی بات کی تحقیق میں بھی باب مغرب کی کشادگی کی طرف

مسلمانوں کا پہلا عروج و اقبال موجودہ ہندو امداد

اسباب عروج و زوال

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل رکن دارالتالیف مفتی دارالعلوم غزنیہ جامعہ مجیدہ)
(سلسلہ رسالہ ماہ نومبر ۱۹۴۲ء)

(۵)

فرمایا۔ ابو عبیدہ بدترین شخص ہو گا اگر ایک قوم کو ساتھ لے کر آئے جو اس کے آگے اپنا خون بہائے اور پھر وہ اپنے آپ کو اُن پر ترجیح دے۔ وہ دہی کھائے گا جس کو سب لوگ کھاتے ہوں۔ (اسوہ صحابہ بحوالہ طبری)

یہ چند واقعات ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دور عروج و اقبال میں اُن کے امیر و پیشوا کس قسم کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ اور درحقیقت امراء کے ان اخلاق و شمائل کی برکت تھی کہ دن دو گنی رات چو گنی ترقیاں نصیب ہوتی گئیں نئے نئے ممالک فتح ہوتے گئے۔ قیصرہ و اکاسرہ کے مغرور سردار اڑکڑی ہوئی گردیں ان کے سامنے جھکتی رہیں۔ اور اقصائے عالم میں ان کا علم اقبال سر بلند رہا۔ معلوم ہوا کہ قوم کے امراء ارباب حل و عقد کا ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہونا داران اخلاق حسنہ کے زیور اپنے کو آراستہ و پرستہ رکھنا ساری قوم کی ترقیوں کا سبب ہے۔ اور جب امراء ایسے نہ رہیں۔ تو باقی قوم بھی ہلاکت و گمراہی

خلفاء و اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل اور ان کی امارت و خلافت کے بعض واقعات قارئین کرام کے سامنے اجمالی طور سے پیش کئے گئے دوسرے صحابہ کرام، امراء، جیوش۔ رؤساء، قوم، سرداران عساکر کا طور و طریقہ بھی عجیبہ نہیں رہا۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے ماتحت افراد کے مفاد کا خیال رکھا خود تکلیف برداشت کرتے۔ مگر دوسروں کو تکلیف نہونے دیتے۔ مساویانہ برتاؤ رکھتے۔ عام مسلمانوں کے دکھ درد میں ان کے شریک رہتے۔ اور اپنے اوپر یہ حق سمجھتے کہ عام مسلمانوں کی بہبودی اور فوز و فلاح کے طریقے سوچیں اور انہیں بریں بتایں و سیر کی کتابوں میں ایسے واقعات بھی کافی شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں۔ مثلاً جنگ ایران کا واقعہ ہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار فوج تھے۔ ان کے سامنے چند ایرانی رئیسوں نے نہایت لذیذ کھانے پیش کئے تو انہوں نے پوچھا کیا تم نے اسی طرح کے کھانوں سے تمام فوج کی ضیافت کی ہے۔ بولے نہیں

کیا واقعی یہ حالت گذری ہے۔ ہمارے اغنیاء سخی اور دیار دل قوم کے کام آئے والے اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹائے والے تھے، اور جب ہمیں عروج و اقبال و غیرت و سطوت کی زندگی نصیب تھی۔ کیا وہ اس کی برکت سے تھی؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں دور سعادت کی تاریخ کے اوراق میں بے شمار واقعات مل سکتے ہیں۔ اور صحیح تاریخی شواہد و حقائق کا ایک انبار پیش کیا جاسکتا ہے کہ صدر اقل کے مسلمانوں میں باوجود اس کے کہ عام طور پر متمول و سرمایہ دار طبقہ نہ تھا۔ مگر انہوں نے ہر موقع پر جس اشارے سے کام لیا۔ جو مال قربانیاں پیش کیں۔ جس اخلاص و صداقت کے ساتھ اپنی پونجی دین کے اعلاء کے لئے میدان میں پیش کرتے رہے۔ وہ ہمارے لئے قابل تقلید ہے اس کے متعلق بھی مختصر طور سے چند واقعات بیان کر نیر انکشاف کرتا ہوں اور کچھ نہ کچھ لکھنا اس لئے ضروری معلوم ہو رہا ہے۔ تاکہ مسلمان دیکھ کر اپنا بھولا بھلا سبق پھر یاد کریں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انفاق فی سبیل اللہ جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے کمالات و ملکات میں تمام امت محمدیہ سے گوئے سبقت لے گئے ہیں اور ہر بات میں انکی فضیلت و افضلیت مسلم و مبرہن ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ افضل البشر بعد الانبیاء و کملائے کے مستحق ہیں۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں مال کی قربانی اور سب کچھ لٹانے میں بھی انہوں نے وہ کمال دکھلایا کہ کوئی اور اس قدر علو ہمت اور ایثار کا نمونہ دکھانہ سکا۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اسجد الصحابہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی مدح فرمائی چنانچہ بالا جماع سَيَجْزِيْهُمْ اَلَّذِيْ يُؤْتِيْهِمْ مَّا لَهُمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِلَى الْاٰخِرَةِ میں مراد اُنہی سے حضرت صدیق ہی ہیں۔ اور یہ آیتیں انہیں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور وہی راضی و مرضی عنہ ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے خود حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انہی کا مال بہت کار آمد ثابت ہوا چنانچہ روایت ہے :-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کے گڑھے میں گر کر دفن ہو جائے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ موجود مسلمانوں کے سردار و پیشوا اور قیادت و سیادت کے مدعی کیسے ہیں۔ اور ہماری کشتی کے یہ ناخدا کشتی کو کس رخ چلا رہے ہیں اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اغنیاء کی سخاوت

”واغنیاء کھر سخیاء کھر“ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عروج و اقبال کے اسباب میں سے ایک دوسرے اہم اور بنیادی سبب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یعنی کسی قوم و ملت کے معراج کمال پر پہنچنے اور دنیا میں سر بلند ہونے کا ایک سبب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قوم کے اغنیاء۔ اصحاب ثروت و متمول اپنے مال و دولت کو صرف اپنی تن پروری اور عیاشی کے لئے مخصوص نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ یقین کریں کہ یہ میرا ملک و مال اس وقت در حقیقت کار آمد اور مفید ہو گا جب اس سے قوم کے غریبوں۔ یتیموں۔ بیواؤں کی کچھ دستگیری ہو جائے اسی سے بھوکوں کا پیٹ بھرے۔ اس سے تنگوں کے لئے کپڑے مل سکیں۔ قوم کے بچوں کو زیور علم و اخلاق سے آراستہ کرنے کے لئے اسی سے مدارس و مکاتب کا اجراء کیا جائے۔ قوم کے عمومی مفاد کے لئے اسی سے صدقات جاریہ کا انتظام کیا جائے۔ جن سے قوم کو مدت مدید تک اثر دہی اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے رہیں۔ غرض قوم کو جس جس طرح سے اس مال کی ضرورت ہوگی۔ وہ اپنے اس ملک و مال کو اس ضرورت کو مہیا کر دینے کے لئے کار ثواب سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ سے اجر و جزا کی امید رکھ کر بصد خوشی پیش کر رہے گا۔ پس جب کسی قوم کے متمول افراد اپنے اموال و املاک کو انہی طریقوں پر خرچ کر نیکا جذبہ رکھتے ہوں۔ انہیں صرف اپنی حیاشیاں اور ذاتی آرام و راحت مد نظر نہ ہو۔ تو پھر ایسی قوم سب کی سب معراج ترقی پر پہنچ جایا کرتی ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے اغنیاء سخی ہوں تو روئے زمین پر عزت کی زندگی نصیب ہونے کی وجہ سے پھر تمہارا زندہ رہنا بہتر ہے۔

اب واقعات کی روشنی میں ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ مجھے اور کسی مال
ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال نے کبھی اتنا فائدہ نہیں
ابی بکر پہنچایا۔ جتنا کہ ابوبکر کے
مال نے پہنچایا۔

صدیق اکبر نے اپنی مدح و توصیف کے کلمات سن کر کیا فرمایا
نبکی ابوبکر و قال هل انا و ابوبکر صدیق رو پڑے اور فرمایا
مالی الا لك يا رسول اللہ۔ کہ میں اور میرا مال سب کچھ
(سراواہ احمد) آپ ہی کا ہے۔ اے
رسول اللہ!

اور اسی وجہ سے
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقضی فی مال ابی بکر
و سلم یقضی فی مال ابی بکر کہا
یقضی فی مال نفسه اپنے مال کی طرح تصرف کیا
کرتے تھے۔

جس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو اس وقت
بہت مالدار اور غنی تھے۔ تجارت کا کام کیا کرتے تھے اور
اس وقت اُن کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں یا دوسری روایت
کی بنا پر چالیس ہزار درہم تھے۔ مگر جس وقت حضور کی ہنگامی
میں مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔
تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس وقت صرف پانچ ہزار
باقی رہ گئے اور پینتیس ہزار کی خطر رقم انہوں نے اس عرصہ
میں خرچ کر ڈالی۔ لیکن اپنی ذات پر نہیں۔ اپنی تن پروری اور
تن پوشی پر نہیں بلکہ

کل ذلك یتفقہ فی المرقاب یہ سب کچھ اسلام لانے والے
والعون علی الاسلام غلاموں کی آزادی پر اور
(تاریخ الخلفاء) اسلام کی اعانت میں خرچ ہوا

چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلام کافرانہوں سے
خرید کر آزاد کئے جو صرف اسلام لانے کے جرم میں اپنے ان
سنگدل وسیہ کارالکوں کے ہاتھوں سخت ترین عذاب میں مبتلا
کئے جاتے تھے۔ صدیق اپنے مسلمان بھائیوں کی اس تکلیف کو

کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور ہزاروں کی رقم دے دے کر
اُن کو چھڑایا جن میں سے ایک نو ذون رسول اللہ حضرت
بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

جیش عسرة یعنی غزوہ تبوک کے اس واقعہ کو جو حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ کی ذرا کاری کا ایک بہترین نمونہ ہے پیش
کرتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے
ہیں کہ جب غزوہ تبوک کے لئے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ایک
منظم دشمن کے مقابلہ میں نکلنے کی وجہ سے چونکہ ساز و سامان
کی زیادہ ضرورت تھی لہذا حضور نے حکم فرمایا کہ تمام مسلمان

اس چندہ میں خاص طور سے حصہ لیں۔ اور اللہ کی راہ میں
تصدق و انفاق دل بھول کر کریں (فرماتے ہیں) کہ اس وقت
میرے پاس کچھ مال تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے
کہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے میدان حسنت میں گوئے سبقت
لے جا سکوں گا۔ چنانچہ میں نے اُس کل مال کا نصف حصہ لا کر
حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ما ابقیت لا هلك۔ تو نے اپنے اہل و عیال کے اخراجات
کے لئے کیا چھوڑا۔ قلت مثله میں نے کہا کہ اسی قدر چھوڑ
آیا ہوں پھر اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کل حملہ کو
مال کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے اور خدمت میں پیش کیا۔
تو حضور نے اُن سے بھی فرمایا۔

ما ابقیت لا هلك اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور! ابقیت لهم اللہ و
رسولہ کہ میں تو ان کیلئے اللہ اور اللہ کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔

سچ کہا ہے اقبال مرحوم نے

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت فاروق فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا۔ کہ جب
آج میں ان سے بڑھ نہ سکا تو پھر کبھی ان سے میں بڑھ نہیں
سکتا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اس فداکاری اور قربانی کی طرح اس

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیرہم کے علاوہ متعدد کنوئیں مثلاً بیر سائب، بیر عامر، بیر اریس کھدوائے اور مسلمانوں پر وقف کئے (اسوۃ صحابہ بحوالہ وفاء الوفاء)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ناء خلافت تھا آپ نے فرمایا کہ کل کو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ تکلیف رفع فرمائے گا۔ صبح کو ایک خوشخبری دینے والا آیا۔ اور کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار اونٹ گھروں سے لے کر ہوئے آئے ہیں۔ صبح سویرے تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا آپ چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ فرمایا: کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر پہنچی ہے آپ کے پاس ہزار اونٹ گھروں سے لے کر ہوئے آئے ہیں۔ آپ ہمارا پانچویں گزرت کیجئے تاکہ فقراء مدینہ پر ہم کچھ وسعت کر دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اندر آجاؤ۔ اندر جا کر انہوں نے دیکھا کہ ایک ہزار خردوار غلہ پڑا ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھے شام کی خرید پر کس قدر منافہ دو گے؟ انہوں نے کہا ہر دس درہم پر دو درم نفع دیں گے۔ فرمایا: کہ مجھے اس سے زیادہ نفع دینے کو کہا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر چار درم منافہ دیں گے۔ فرمایا کہ مجھے اس سے زیادہ کہا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پانچ درم فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ کہا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: کہ کس نے آپ کو اس قدر بڑھ کر نفع بتلایا ہے۔ مدینہ کے تاجر تو ہم ہیں فرمایا کہ اُس نے تو مجھے ہر درم پر دس درم دینے کا وعدہ کیا ہے کیا تم اس سے بڑھا سکتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ تو ہم نہیں کر سکتے۔ فرمایا

فاشہد کہ معشر التجار | پس میں تم کو گواہ بناتا ہوں اسے
انھا صدقہ علی فقراء | سودا گرو کہ یہ میری طرف سے فقراء
المدینۃ - | مدینہ پر صدقہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمدہ سفید گھوڑے پر سوار ہیں۔ نورانی کپڑے اور نورانی نعلین پہنے ہوئے ہیں

موقع پر حضرت فاروق نے بھی اپنے کل مملوکہ مال کا نصف پیش کر کے ایک بے نظیر غوث قائم کیا۔ اور اس کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی انہوں نے اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے سے دریغ نہیں کیا۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار خیر میں ایک نہایت عمدہ قطعہ زمین پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں نے ایک نہایت عمدہ جائداد پائی ہے۔ اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ تو حضور نے فرمایا: ان شئت حبست اصلها وتصدت بھا۔ اگر تو اصل جائداد کو وقف کر کے منافع کو صدقہ کرو گے تو اچھا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے وقف کیا۔ فتصدق عمر فی الفقراء والقربی والرقاب فی سبیل اللہ والنصیب وابن السبیل لا جناح علی من ولیھا ان یأکل بالاحدوف او یطعم صدیقاً غیر متمول فیہ (بخاری شریف کتاب الوصایا صفحہ ۳۸۹)

اسی طرح مدینہ منورہ کے قریب ایک غلستان شمع تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں بھی حضور کی خدمت میں عرض کیا۔

انی استفدت مالاً وهو عندی | میں ایک نفیس عمدہ مال
نفیس فادرت ان تصدق بہ | کا مالک ہوا ہوں چاہتا ہوں
کہ اُسے صدقہ کر دوں۔

حضور نے فرمایا: تصدق باصلہ لا بیاع ولا | اصل جائداد کو وقف کر دو کہ
یھب ولكن ینفق ثمرہ | اس کی خرید و فروخت اور
ہبہ دہو کہے اور میوہ خرچ کیا جاسکے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلستان کو اللہ کی راہ میں کنوئیں مسافروں، قرضداروں اور محتاج رشتہ داروں کے واسطے وقف کیا۔ (بخاری شریف صفحہ ۳۸۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقف کے متعلق ایک وقف نامہ بھی لکھا تھا جس میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو متولیہ قرار دیا تھا۔ (ابوداؤد شریف صفحہ ۴۲)

یا ۲۵ ہزار درہم سے خرید کر تمام مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ غزوہ تبوک میں چونکہ مستند سلطنت کا مقابلہ درپیش تھا اور سامان جہاد کم تھا۔ حضور نے جب چندہ طلب فرمایا اور شوق دلایا۔ تو آپ نے فرمایا علیؑ مائتہ بعیر باحلا سہاسو اونٹ ساز و سامان کے ساتھ میرے ذمہ ہو گئے حضور نے پھر جب دوبارہ ترغیب دی تو آپ نے فرمایا علیؑ مائتہ بعیر باحلا سہاسو و اقتبا بھاسیل اللہ کی راہ میں دو سواونٹ ساز و سامان سمیت میں دوں گا۔ جب حضور نے سہ بارہ پھر اس بارے میں لوگوں کو شوق دلایا۔ تو آپ نے پھر فرمایا علیؑ ثلاث مائتہ بعیر باحلا سہاسو و اقتبا بھاسیل اللہ کی راہ میں تین سواونٹ ساز و سامان کے ساتھ حوالہ کر دوں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے اور فرما رہے تھے ما علی عثمان ما عمل بعد هذا اس قدر ایشار کے بعد عثمان جو بھی کچھ کرے اُس پر کچھ مواخذہ نہیں (رواہ الترمذی) اور اسی طرح ترمذیؒ اور حاکم کی دوسری روایت عبد الرحمن بن سمرہ سے یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں لے کر آئے جس وقت کہ غزوہ تبوک کی تیاریاں ہوئی تھیں۔ تو آپ نے اُن کو حضور کے سامنے رکھ دیا۔ تو حضور ان اشرفیوں کو اُلٹے پلٹے رہے اور دُفعہ یوں فرمایا ما ضرت عثمان ما عمل بعد الیوم آج کے دن کے بعد عثمان جو بھی کچھ کرے اس کو کچھ ضرر پہنچا نہیں سکتا۔

غزوہ تبوک کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں ہر قریب کا قاصد آیا۔ چونکہ آپ عموماً قاصدوں سے لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے اس لئے آپ نے معذرت کی کہ ہم لوگ اس وقت سفر میں ہیں اگر ممکن ہو تو ہم تمہیں صلہ دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا تو پکارے۔ انا اجوزہ (کہ میں صلہ دوں گا) چنانچہ اپنے توشہ دان سے ایک حلقہ صفوریہ نکال دیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ایکم یا نزل هذا الرجل کون اس کو جہان بنائے گا؟ ایک انصار نے کہا۔ انا۔ میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

اور ایک نورانی چھتری اُن کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی ملاقات کا مجھے بہت اشتیاق ہے فرمایا۔ اب مجھے ذرا جلدی ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار لونٹوں کا غلہ صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے وہ صدقہ ان کی طرف سے قبول کیا۔ اور اس کے بدلے جنت میں انہیں جنت کی دہن ملی گئی ہے میں اب عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی پر جا رہا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۲۲) مدینہ میں ایک کنواں اور تھا جس کا نام بیر ملک تھا وہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی طرف سے وقف تھا (اسوۃ صحابہ بحوالہ وفاء الوفاء)۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے بہت سی نہیں وقف عام کی تھیں چنانچہ مقام ینبع میں اُن کی ذاتی ملک میں بہت سی چھوٹی چھوٹی نہیں تھیں انہوں نے سب کو وقف عام کیا تھا۔ اسی طرح اور دوسروں کو انہوں نے فقراء مدینہ پر وقف کیا تھا ایک بار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر قرض ہو گیا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ ایک ہنر کے بدلے دو لاکھ دینار دینا چاہے۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں اپنے باپ کا وقف فروخت کرنا نہیں چاہتا۔ (اسوۃ صحابہ)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال تو ہمیشہ مسلمانوں کی بھلائی، رفاہ عام کے کاموں۔ اور جہاد فی سبیل اللہ میں صرف ہوتا رہا۔ عہد نبوت میں جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو حضور نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا۔ مسجد کے متصل ایک قطعہ زمین تھا جس کی نسبت حضور نے لوگوں سے فرمایا۔ کہ کون اس کو خرید کر خدا کے حوالہ کرتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو بیس ہزار درہم پر خرید کر مسجد پر وقف کر دیا۔ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمانوں کو پینے کے پانی کی بڑی تکلیف تھی۔ آپ شیرین کا صرف ایک ہی کنواں بیرومہ تھا۔ اس لئے حضور نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اپنے لئے اور باقی تمام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے اس کو کون خریدتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے ۳۵ ہزار

محرم ۱۳۶۲ھ فروری ۱۹۴۳ء

حضرت عائشہؓ کی بہن اسماءؓ بھی اس درجہ کی فیاض تھیں لیکن دونوں بہنوں کے طرز عمل میں اختلاف تھا۔ حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں جب معتد بہرہ ماہ جمع ہو جاتا تھا تو اس کو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن حضرت اسماءؓ کل کے لئے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھیں جو کچھ ملتا روز کے روز صرف کر دیا کرتی تھیں۔ (اسوۃ صحابہ ج ۱ بحوالہ ادب المفرد)

چنانچہ حضرت اسماءؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اس کی قیمت گود میں لئے بیٹھی تھیں۔ کہ اُن کے شوہر حضرت زبیرؓ آئے اور قیمت دیکھ کر کہا کہ ”مجھے دیدو“ بولیں ”میں نے تو اس کو صدقہ کر دیا“ (مسلم شریف کتاب الادب)

حضرت اسماءؓ نے ایک جائیداد حضرت عائشہؓ سے وراثت پائی تھی۔ جس کو امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ پر خرید لیا۔ لیکن انہوں نے اس رقم کو حضرت قاسم بن محمد اور ابن عقیق پر ہبہ کر دیا۔ (بخاری کتاب البتہ ص ۳۵)

ایک بار حضورؐ نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی عورتوں کا مجمع تھا۔ حضرت بلالؓ اپنا دامن پھیلانے ہوئے تھے۔ اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں اور ہاتھ کی انگلیاں پھینکتی جاتی تھیں (ابوداؤد شریف وغیرہ)

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے اور پانچ ہزار وظیفہ پاتے تھے۔ لیکن جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تھی تو کل کی کل خیرات کر دیتے تھے اور خود اپنے کسب سے روزی پیدا کرتے تھے (اسوۃ صحابہ بحوالہ استیعاب)

قریش مکہ کا قابل فخر یادگار دارالندوہ حضرت حکیم بن ہوامؓ کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ انہوں نے اس کو حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا اور اس کی کل قیمت خیرا کر دی۔ (اسوۃ صحابہ بحوالہ اسد الغابہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ سرے سے مال کا جمع کرنا ہی اچھا نہ سمجھتے تھے اور جو کچھ ملتا دوسروں کو فوراً دیدیتے تھے۔ (بخاری شریف وغیرہ کتب)

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں باہر سے جو لوگ تجارت کا غلہ لے کر آتے تھے وہ عموماً پرائیویٹ مکانوں میں قیام کرتے تھے اس غرض سے بعض فیاض طبع لوگوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ بازار میں منادی کر دیتے تھے کہ جس کے قیام کا بندوبست نہ ہو۔ وہ ہمارے مکان میں قیام کر سکتا ہے حضرت عثمانؓ کو خبر ہوئی۔ تو انہوں نے ان لوگوں کے لئے ایک ہمان خانہ قائم کیا۔ (اسوۃ صحابہ ج ۲ بحوالہ طبری)

حضرت زبیر بن العوامؓ کے ہزار غلام تھے۔ وہ کمالا لے تھے تو کل رقم صدقہ کر دیتے تھے۔ گھر میں ایک حبہ بھی آنے نہیں پاتا تھا (اسوۃ صحابہ ج ۱ بحوالہ اصحابہ)

متعدد صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ کی حفاظت میں اپنا مال دے دیا تھا۔ اور وہ اس دیانت سے اس کی نگہداشت کرتے تھے۔ کہ خود اپنے مال سے اُن کے اہل و عیال کے نان نفقہ کا انتظام کرتے تھے۔ مگر اُن کا مال صرف نہیں کرتے تھے (اسوۃ صحابہ بحوالہ اصحابہ)

اس طرح اُن پر لاکھوں روپیہ قرض جمع ہو گیا۔ (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہؓ اس قدر فیاض اور دیاد دل تھیں کہ جو کچھ ہاتھ آجاتا۔ اس کو صدقہ کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو ان کے بھائی تھے نے اس قدر کشادہ دستی سے روکنا چاہا۔ تو اس قدر برہم ہوئے۔ کہ اُن سے بات چیت کرنے کی قسم کھائی (بخاری شریف کتاب المناقب)

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بولیں کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے دیتی۔ جس اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ اپنے ان کے پاس روپے بھیجے۔ بولیں۔ کس قدر جلدی میری آگیاں ہوئی۔ فوراً اُن کے پاس دس ہزار درہم بھیجوا دیئے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی اور اس سے اُن کے متعدد بچے پیدا ہوئے (اسوۃ صحابہ جلد ۱ بحوالہ طبقات ابن سعد)

اہلک و مالک ابن | رکھے آپ کا بازو کہاں ہے (کہ خود
سوقکم (بخاری شریف) | جا کر تجارت کر کے کماؤں)۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے خود تجارت کا کام
شروع کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد اغنیاء صحابہ میں شمار ہونے لگے
مگر انہوں نے بھی ہمیشہ اپنا مال اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ
کیا۔ چنانچہ امام زہریؒ سے روایت ہے کہ آپ نے صرف حضور
کے عہد مبارک میں اپنے مال کا نصف ۴ ہزار ایک دفعہ صدقہ
کیا۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ میں دیئے۔ اور پھر اللہ کی راہ
میں پانچسو گھوڑے اور پانچسو اونٹ سواری کے لئے عزو
کے موقع پر دیئے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۲)

انصار میں سعد بن عبادہ فیاضی میں عام طور سے مشہور
تھے۔ روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر سے آدمی پکارتا کہ جس کو
گوشت اور چربی کی خواہش ہو وہ یہاں آئے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو زیادہ تر وہی
کھانا تیار کروا کر بھیجتے تھے۔ اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر
دار و مدار انہیں کی فیاضی پر تھا۔ چنانچہ جب شام ہوتی تو اور
صحابہ اُن میں سے ایک یا دو کو لے جاتے۔ لیکن وہ اسنی انہی
آدمیوں کو لے جا کر کھانا کھلاتے۔ (اسوۃ صحابہ بحوالہ اصحاب)

ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔ تو انہوں نے ان کی جانب
سے بطور صدقہ جاریہ حضور سے پوچھنے کے بعد ایک کنواں
کھرا دیا۔ (ابوداؤد شریف) اور ان کے ایصال ثواب کیلئے
ایک باغ وقف کر کے فرمایا۔ اتنی اشیاء کہ ان حاشی الخیرات
صدقۃ علیہما میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ اس کے
ثواب کی غرض سے وقف ہے (بخاری صفحہ ۳۸ ابوداؤد و ترمذی)
ایک بار حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آٹھ ہزار صدقہ
میں دیئے تو منافقین نے کہا مَوَافِی کہ یہ ریا کار آدمی ہے
لیکن ایک صحابی نے ڈھول کھینچنے کی اجرت میں ایک صاع
پایا اور اس کو صدقہ میں دیا تو منافقین نے کہا کہ ان اللہ لغنی
عن صاع هذا خدا اس حقیقہ خیرات سے بے نیاز ہے اس پر
یہ آیت نازل ہوئی۔

نہ سمجھتے تھے اور جو کچھ ملتا دوسروں کو فوراً دیدیتے (بخاری
شریف وغیرہ کتب)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار
انگٹے پاس بیٹیں ہزار درہم سے زیادہ آئے انہوں نے اسی مجلس
میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو دے دیئے یہاں تک کہ جب کل خرچ
ہو چکا۔ تو ایک شخص کو انہیں میں سے قرض لے کر دیا۔ ان کے
دسترخان پر اس کثرت سے لوگ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ کہ بعض
لوگوں کو کھڑے کھڑے کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا (اسوۃ
صحابہ بحوالہ طبقات ابن سعد)

حضرت ابن عمرؓ اپنی اڑکیوں کی طرح اپنی لونڈیوں کو بھی
سہرے زیورات پہناتے تھے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۱۱)
اسی طرح آپ کسی مسکین کو شریک کئے بغیر کھانا نہیں
کھاتے تھے (بخاری شریف کتاب الاطعمہ)

ایک بار پھلی کھانے کی خواہش ہوئی۔ آپ کی بیوی صفیہ
نے بڑے اہتمام سے لذیذ پھلی تیار کی۔ ابھی دسترخوان چنا ہی
گیا تھا کہ کانوں میں ایک مسکین کی صدا آئی فرمایا ”اسکو دیدو“
بیوی کو کچھ عذر ہوا۔ لیکن وہ اسی پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر
مسکین کو ایک دینار دے کر راضی کر لیا گیا (اسوۃ صحابہ بحوالہ
ابن سعد)

مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے بعد جب حضرت عبدالرحمن
بن عوف کے ساتھ سعد بن الربیع کا عقد مواخاۃ کیا گیا تو حضرت
سعد نے اُن کو کہا:-

اتّی اکثر الانصار والّا | میں انصار میں زیادہ مالدار ہوں۔
فا قسم مالی نصفین | میرا آدھا مال لیجئے اور میری دو
ولی امواتان فانظرو | بیویاں ہیں جو تمہیں اُن میں سے
اعجبہما ایئک فسبھا | پسند ہوئیں اُسے طلاق دوں گا اور
لی فاطلقھا فاذا انقضت | عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح
عدتھا فتزوجھا۔ | کر لیجئے۔

مگر انہوں نے فرمایا:-

بارک الله لك فی | اللہ تعالیٰ آپ کے مال و اہل میں برکت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت میں سے بعض حضرات کی زندگی کے یہ چند واقعات میں نے ذکر کئے جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کی فیاہنی۔ دریا دلی اور سخاوت کس درجہ تک تھی۔ اور انہوں نے اپنے اموال و املاک کو کس طرح اللہ کی راہ میں صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر مخلوق خدا کے منافع و فوائد کے لئے ہمیشہ صرف کیا۔ اور اموال کی محبت کبھی ان کے مطہر قلوب میں جاگزیں نہ ہوئی۔ مساکین و یتیم کی خبر گیری سے کبھی غافل نہ رہے۔ یہ چیز تھی جس کی وجہ سے ان کی ہر سعی و کوشش کامیاب ہوتی اور غیبی امداد و نصرت ہر مرحلہ میں ان کے شامل حال ہوتی۔ اور عزت کی زندگی اور آخرت کی دائمی خوشیوں کی قطعی بشارتیں ان کو ملتی رہیں۔ اگر صاحب اموال اس خلق و طبیعت کے ہوں تو قوم پر کیا اقت آئے گی اور موجودہ مسلمان غور کر کے دیکھیں کہ تباہی کی وہ خصلت ہم میں ہے یا نہیں یہ بیان آگے عرض کر رہا ہوں۔

ترقی کا تیسرا سبب

باہمی مشاورت

وَأَمُورُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ یعنی حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی اور باعزت زندگی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی باہمی مشاورت سے طے ہوں۔ خود رائی و خود سری نہ کریں۔ باہم مل جو ذکر اتفاق رائے سے بات طے کر کے عمل پیرا ہوں خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کی خصوصیت ہی یہ بیان فرمائی ہے وَأَمُورُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ۔ ان کے تمام کام باہمی مشورہ سے چلتے ہیں۔ اور صحابہ کرام کا دور سادات اس آیت کی عملی تفسیر تھا۔ خود حضور کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَشَاوَرْنَا فِي الْأُمُورِ اور اُن سے مشورہ لے کر کام میں۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ پھر جب قصد کر چکا اس کام کا تو بھروسہ کر اللہ پر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ”عزم کیا ہے فرمایا مشاورت اہل الراى

دیر منافق ہی تو ہیں کہ مسلمانوں میں جو لوگ خوش دلی سے خیرات کرتے ہیں (ان پر بیا کاری) کا عیب لگاتے ہیں اور جو لوگ اپنی محنت (کی کمائی) کے سوا (زیادہ کا مقدور) نہیں رکھتے۔ (اور اس پر بھی وہ جو کچھ میرا آجائے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں) ان پر رناتق کی ٹہنی (کا) عیب لگاتے ہیں۔ غرض ان سب پر ہنستے ہیں۔ اللہ ان منافقین پر ہنستا ہے اور ان کے لئے عذاب دردناک (تیار) ہے۔

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حُبَبْتُمْ

تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ! خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تم لوگ اپنا بہترین مال خیرات نہ کرو گے نیکی نہ پاؤ گے۔ روانہ حب اموالی الی ہایر حاء وانھا صدقة لله ارجو بڑھا و ذخرها عند الله فضعھا یا رسول الله حیث اراد الله (میرا محبوب ترین مال بیرحاء ہے۔ اسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے اس کے ثواب کی امید کرتا ہوں جہاں آپ اللہ کے پسند کے موافق خرچ کرنا مناسب سمجھیں وہاں اُسے صرف کیجئے) حضور نے اس کے اقارب و اعزہ پر تقسیم کر دیا۔ (بخاری شریف ص ۱۷)

حضرت حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ ہونگئے تھے۔ اپنا مصلیٰ سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا۔ جب کوئی مسکین آتا تو کوری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازے تک آکر اس کو دیدیتے۔ گھر کے لوگوں نے کہا ”ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہیں“ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا ہر ہی جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے (اس صحابہ بحوالہ اصحاب)

فہم اتبعہم۔ اہل الرأی سے مشورہ کرنا اور پھر ان کے مشورہ پر چلنا (ابن کثیر)
 مجمع الزوائد میں حضرت علیؓ کی ایک حدیث ہے۔ یا رسول اللہ! جو بات ہم کتاب و سنت میں صراحت نہ پائیں اس میں کیا صورت اختیار کریں۔ فرمایا۔ فقہاء عابدین (سجودِ خدا پرستوں) سے مشورہ کیا کرو۔ ولا تقضوا فیہ رأی خاصہ کسی کے دے کی رائے پر نہ چلو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیاست کے مہمات مسائل کے علاوہ مقدمات کا فیصلہ بھی مشورہ کئے بغیر نہیں کرتے تھے۔ مسندِ دارمی کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی فریق مقدمہ لے کر آتا تو پہلے کتاب و سنت پر نظر ڈالتے۔ اگر انہیں صریح حکم نہ ملتا۔ تو

جمع رؤس الناس و مسلمانوں کے سرداروں اور جلیل القدر خیادہم فاستشارہم صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ فاذا اجتمع رایہم علی طلب کرتے جب ان کی رائے کسی امر قضی بہ بات پر متفق ہو جاتی تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے۔ (دارمی صفحہ ۳۲-۳۳)

انہوں نے جہاجین و انصار کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی جس میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت زید بن ثابتؓ لازمی طور پر شریک کئے جاتے تھے۔ (اسوۃ صحابہ بکوال کنز العمال)

چنانچہ مسندِ دارمی کی ایک اور روایت ہے۔

کانوا اذا نزلت فیہم صحابہ کرام کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی قضیہ لیس فیہا من ایسا واقعہ پیش ہوتا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انرا اجتماعا علیہ وسلم اجماعاً فیما رآہ و اجماعاً فیما رآہ (دارمی) و اذا نزلت الخفاء جلد ۱۱

اور یہی مجلس شوریٰ تھی جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں نہایت وسیع، نہایت باضابطہ اور نہایت مکمل کر دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات کی کثرت اور ملک کی بڑا پر اس قدر کثرت بحث طلب مسائل پیدا ہوئے۔ کہ ان کے لئے ایک دوسری مجلس کی ضرورت پیش آئی۔ اس لئے انہوں نے مسجد نبویؐ میں ایک دوسری مجلس شوریٰ قائم کی۔ جس میں صرف جہاجین شریک ہوتے تھے۔

چنانچہ علامہ بلاذریؒ فتوح البلدان میں لکھتے ہیں
 کان للہما جہاجین مجلس مسجد نبویؐ میں جہاجین کی ایک فی المسجد فکان عمر مجلس مجلس قائم تھی۔ جس میں حضرت معمرؓ فیہ و یجد شمم عمار عمرؓ جاکر ان کے ساتھ بیٹھے اور ان ینتہی الیہ من امر الافا معاملات و واقعات کے بارے میں ان سے گفتگو فرماتے جو ان کی خدمت میں اطراف ملک سے آکر پیش ہوتے تھے۔ (صفحہ ۲۷۶)

ان مجالس کے ذریعہ سے جو امور طے ہوئے ان کی تفصیل کتب تاریخ و حدیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ (دارما فتحہ اللہ علیہ و جب اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کو فتوحات فتح قادس والروم جمع نصیب کیں اور فارس و روم کے ناسا من اصحاب اللہ ملک مفتوح ہوئے تو آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقال کے چند اصحاب کو جمع کر کے فرمایا۔ کہ اس ماترون فانی اری ان بارے میں آپ کا کیا خیال ہے میرا اجعل عطاء الناس فی خیال تو یہ ہے۔ کہ میں سالانہ ہر شخص کل سنتہ (ازالۃ الخفاء ج ۱) کو کچھ عطا مقرر کروں۔

اسی طرح ایک اور معاملہ پیش ہوا۔ حضرت فاروقؓ نے مشورہ لینا چاہا۔ تو ان الفاظ میں مشورہ طلب کیا۔ ان عمر بن الخطاب دعا عمر بن الخطاب نے اصحاب رسول اللہ اصحاب رسول اللہ فقال کو بلا کر فرمایا کہ اگر تم میری امداد مشورہ ادا کرنا چاہتے ہو تو اور کون میری امداد ادا کرے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم امداد فقوا لوالہن نعینک۔ (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۱۱) کریں گے۔

ذلت و زوال کے اسباب

حضرات! اس حدیث کے جز اول میں تو حضور نے یہ فرمایا کہ اہل اہل کے خیار ہونے اغنیاء کے "سقاء" ہونے اور امور مسلمین کے "مشواری" ہونے میں مسلمانوں کی ترقی اور عزت و سر بلندی کا راز ہے۔ لیکن جب حالت برعکس ہو جائے۔ اور حالت یہ ہو کہ امراء کھ شہر آ کر ہمارے امیر بڑے اخلاق و اعمال کے ہوں۔ اور اغنیاء کھ بخلاء کھ اور ہمارے غنی اور سرمایہ دار کیل و کجوس ہوں۔ اور اہل اہل کھ اہل اہل کھ اور ہمارے سب امور عورتوں کے قبضہ میں آجائیں یعنی عورتوں کے مشورہ پر چل کر سب کام کاج کرنا ہو اور باہم مل کر مشورت سے کچھ طے کرنے کا خیال ہی نہ رہے۔ خود رانی ہو یا عورت ہی کے ماتھے زمام اختیار ہو۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا کہ یہی کہ فطن الارض

خبر لکم من ظہرھا۔ یعنی چونکہ ذلت و رسوائی کی زندگی ہوگی۔ محکومیت و غلامی کی لعنت ہوگی لہذا پھر ایسے وقت میں مرکز زمین کے نیچے دفن ہونا اس سے اوٹی ہے کہ زندہ رہ کر روئے زمین پر ذلتیں اٹھاؤ اور دوسروں کے مظالم کا تختہ مشق بنو۔ پس امراء کا شہر آ کر ہونا۔ اغنیاء کا "بخلاء" ہونا اور باہمی مشاورت کو ترک کر کے "خود رائے" و خود سر بننا۔ یہ اسباب نعال ہوئے۔ اب ہم ایک نظر ڈال کر دیکھتے ہیں کہ یہ اسباب ہم میں موجود ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر قوم کے زوال ہر صفت مرثیہ خوانی، ہمیں نجات دے گی یا عمل بھی ان اسباب کو معدوم کرنے اور اسباب عروج کو پیدا کرنے کی بھی کچھ کوشش کرنی چاہئے۔

(باقی آئندہ)

خاکساریات

مشرقی کی رہائی اور خاکساروں کی خوشنہیاں

(از قاضی عفا اللہ عنہ)

میں خاک جھونکنے سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ خاکسار اخبارات نے "حکومتی خاکساروں کی پابندیاں رفع کر دیں" جیسی فریب آمیز سرخیوں کے ساتھ حکومت کے اعلان کو شائع کیا حالانکہ لکھنا یہ چاہئے تھا کہ "مشرقی صاحب نے حکومت کی پابندیوں کو منظور کر لیا" عام خاکسار بھی یہی کہتے پھرتے ہیں کہ "حکومت نے پابندیاں اٹھا دیں"

فریب اور دروغ گوئی کی انتہا

خود مشرقی صاحب بھی لوگوں کو یہی دھوکا دے رہے ہیں چنانچہ انہوں نے خاکساروں کو "یوم شکر" یہ منانے کا حکم دیا اور لاہور پہنچ کر تقریر کے دوران میں کہا کہ:-

"آؤ ہم سب مل کر اس احکم الی کمین کی بارگاہ میں دعا کریں جس نے اپنی منہج نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا

مشرعنا یت اللہ مشرقی قائد تحریک خاکساری کی در اس کی نظر بندی سے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۲ء کے ایک سرکاری اعلان کے رو سے رہائی ملی اور وہ ۳ جنوری کو لاہور آ گئے۔ خاکسار تحریک اب خلافت قانون نہیں رہی۔ بایں معنی کہ خاکسار کہلانا جرم نہیں جیسا کہ پہلے جرم تھا۔ لیکن اس کے سوا جو دوسری پابندیاں حکومت پنجاب نے ۲۸ فروری ۱۹۴۳ء کے اعلان کے ذریعہ تمام جماعتوں پر عائد کی تھیں اور جن کے خلافت احتجاج اور اظہار رائے کے طور پر مشرقی نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۳ء کو لاہور میں خون خرابہ کر دیا تھا جوں کی توں قائم ہیں۔ مشرقی نے پہلے ان پابندیوں کو منظور کرنے کا اعلان اخبارات میں شائع کر لیا اس کے بعد انہیں بچاؤ لینے کی اجازت ملی۔ لیکن کس قدر حیرت ہے کہ مشرقی صاحب اور ان کے اذتاب اس قدر ذلیل ہونے کے بعد بھی مخلوق خدا کی آنکھوں

مشرقی نے نہ صرف خود تسلیم کیا بلکہ خاکساروں کو بھی "شیوہ تسلیم و رضا" اختیار کرنے کا حکم دیا۔ بیان مذکور کا اقتباس ذیل میں ملاحظہ فرمائیے!

"ان مذہبی اصولوں کو منوانے کے لئے جن پر خاکسار تحریک کی بنیاد رکھی گئی تھی نیز باقی خاکسار قیدیوں کی رہائی کے لئے جو اسی دن کا روزہ میں نے رکھا تھا اس کے اختتام پر ۱۶ جنوری ۱۹۴۷ء کو میں نے جیسے ایک اخباری بیان شائع کیا تھا جس کو حکومت ہند نے اعلان کیا کہ وہ قابل تسلیم ہے اس بیان میں میں نے خاکساروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ دوران جنگ تک ڈیوٹیوں اور اخوت کے نشاں کے مظاہرے میں پیش پائے گئے اور ہتھیار کو کندھوں پر اٹھانا اور مارچ یا ہر قسم کی ڈول ترک کریں ان ۴ آیات کی میں پھر تصدیق کرتا ہوں جی تعمیل تمام خاکسار نہ صرف لفظاً بلکہ ان احکام کی روح کو مد نظر رکھ کر کریں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خاکسار جب تک لڑائی جاری ہے روزانہ اور ہفتہ وار خدمت خلق، اچانک واقعات اور حادثات کے سوا انفرادی طور پر کریں رگو یا خدمت خلق بھی جماعتی طور پر ختم۔ قاسمی، لیکن سپاہیانہ قواعد نہیں ہوں گی۔ نہ بیچے وغیرہ کندھوں پر اٹھائے جائیں گے نہ وردیاں یا اخوت کے نشان ہوں گے (گو یا مشرقی صاحب کا پورا اسلام بھی جنگ کے اختتام تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک پورا اسلام ہی چیزیں ہیں۔ قاسمی) اس کے علاوہ میں ہدایت کرتا ہوں کہ ہندوستان کی خارجی اور داخلی سیاسی حالت کو مد نظر رکھ کر نیز اس کے کہ اس جنگی سعی میں جو کہ ہندوستان کو محوری طاقتوں کے جارحانہ اقدام سیاسی نقطہ نظر سے بدتر ہونے سے بچا رہے (نقل مطابق اصل۔ قاسمی) کہ جب تک لڑائی جاری ہے مقامی حکام کو خاکساروں کے متعلق ادنیٰ تشویش نہ؟"

یہ روزہ تھا یا روزہ کے مقدس نام سے مذاق؟ اس کو سمجھنے کے لئے "شش اسلالم" باب ۱ ماہ دسمبر ۱۹۴۷ء ملاحظہ فرمائیے! (قاسمی) ملے ملاحظہ ہوا اخبار شمسانہ لاہور مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء (قاسمی)

اور ہماری مصیبتیں دور کریں" (احسان) ۵ جنوری ۱۹۴۷ء (۲) "میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں خدا کی راہ میں جان دید ونگا (دیں) چہ شک؟ نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر حکومت کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ہم قرآن کے اصولوں پر چل سکتے ہیں" (حوالہ مذکورہ)۔

پھر شاہی مسجد لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

(۳) "آج ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء کا دن ہندوستان کی پچھلی دوسو برس کی سیاہ تاریخ میں سچے ایک سنہری دن ہے پچھلے ۲۸ دسمبر کی صبح کو جبکہ تحریک (خاکساری) پر سے پابندیاں اٹھنے کا اعلان حکومت ہند کی طرف سے ہوا ہندوستان کو مذہبی معاشرتی ذہنی، بلکہ سیاسی آزادی کا پہلا چارٹر انگریزی حکومت کی طرف سے ملا اور آج کا دن جبکہ ہم سب جمع ہوئے ہیں دراصل خدا کا شکر یہ ادا کرنے کا دن ہے" (احسان مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء ص ۱)

(۴) "خدا کا شکر یہ ادا کرو کہ اس نے خاکسار تحریک بلکہ نیکی پر سے پابندی اتحادی حکومت ہند بلکہ تمام پراوشل (صوبائی) حکومتوں کا شکر یہ ادا کرو کہ انہوں نے ہماری حوصلے اور بڑی مردانگی سے نیکی کو مطابق قانون قرار دیا" (احسان ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء ص ۱)

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی صاحب کے "مطالبات" تمام کے تمام حکومت نے منظور کرتے ہوئے عائد کردہ پابندیاں اٹھا دیں اور نہایت حوصلے اور مردانگی سے اٹھائیں لیکن اصل حقیقت کیا ہے؟ اسے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

مشرقی نے حکومت کی ہر شرط کو منظور کر لیا

۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ء کو حکومت نے مشرقی کی رہائی کا حکم نافذ کیا اس سے پہلے (بروایت اخبار احسان) ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو مشرقی صاحب ایک طویل بیان اخبارات کو بھیج چکے تھے جن میں انہوں نے حکومت کے ہر اس حکم کو گھٹنے ٹیک کر بسر و چشم قبول اور منظور کر لیا جن کے تسلیم کرنے کو ۱۹ راج ستمبر ۱۹۴۷ء سے قبل قرآن کی نافرمانی اور کفر تصور کرتے تھے۔ گورنمنٹ کے ان احکام کو

سچ کفر تھا تو اب تم نے یہ کفر کو کیوں اختیار کیا؟ اور تمہیں یہ کفر اختیار کرتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی؟

بے نظیر دھوکا

مشرقی صاحب کا یہ بے نظیر دھوکا اور لاشانی فریب بھی قابل ملاحظہ ہے کہ اپنے اس ”توبہ نامہ“ پر پردہ ڈالنے کے لئے ”یوم شکر یہ“ منانے کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پچھلے دو سو برس کی سیاہ تاریخ میں یہ سنہرا دن ہے اور آج حکومت نے بڑے حوصلہ اور بڑی مروتانگی کے ساتھ پابندیاں دور کر دی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔ توبہ نامہ“ لکھ کر دینے اور شائع کرنے کا دن اگر ”سنہرا دن“ ہے تو ”سیاہ دن“ پھر ”عقبا“ ہی سمجھئے۔ دنیا میں ”بکفہ پند“ کا ہر لوگ تو بہت گزرے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مشرقی صاحب نے سب کا ریکارڈ مات کر دیا۔

(باقی اشدہ)

(منقول از اخبار احسان مورخ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۲ء ص ۷)
اس بیان سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) خاکسار سپاہی قواعد بند کر دیں گے (۲) وردی انہیں پہنچے (۳) بیلچہ نہیں اٹھائیں گے (۴) ”اخوت“ کا (خاکساری) نشان نہیں لگائیں (وغیرہ) حالانکہ یہ چیزیں مشرقی صاحب کے نزدیک پورا اسلام میں جس شخص میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں۔ اور ان پابندیوں کو قبول کرنا قرآن کی نافرمانی اور کفر کا مراد ہے (حوالے انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں پیش کروں گا۔ قاضی) اور انہیں پابندیوں کے خلاف احتجاج کے طور پر مشرقی صاحب نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۲ء کو لاہور میں خاکساروں کو مروایا اور مسجدوں میں ایک طوفان بے تمیزی برپا کر لیا تھا۔ مشرقی صاحب سے کوئی جا کر پوچھے کہ تم نے آج جو خرابی بسایا کے بعد حکومت کی شرائط کو مان لیا ہے تو کیوں تم نے پلچ ۱۵۰۰ روپے ہی میں ان کو تسلیم نہ کر لیا تاکہ خاکساروں کی جانیں ہلاک و برباد نہ ہوتیں اور ہزار مارو پے کا نقصان نہ ہو تا۔ اور اگر ان شرائط کو ماننا

منقولات کیا مسلمانوں کے نصب العین کے جہاز کیلئے خاکسار تار پید“ کا کام؟ مشرقی کے ”اسلام“ پر انقلاب کے مدیر افکار کا تبصرہ

دروازے ہندوؤں اور سکھوں کے لئے بھی کھول دیئے گئے پہلے خاکساروں کو یہ بات ہو کر تھی کہ شام کو نماز پڑھا کرو۔ اب نماز کے ساتھ پُرارہ تھنا کا لفظ بھی منہم کر دیا گیا۔ اور غلبہ اسلام کا علمبردار ہندو و مسلم کی ایک مخلوط جماعت کا لیڈر بن گیا جس میں ڈاکٹر اسلم چشتی اور لالہ کلیان داس بھائی بھائی بن گئے۔ اور فاضل صحتہ منعمتہ اخوانا کی تفسیر نئے زاویے سے لکھی گئی۔ علامہ نے بار بار فرمایا کہ نیک بنو۔ خاکسار بنو۔ کیونکہ خاکسار ہی نیکی ہے۔ ہندو مسلمان کا کوئی سوال نہیں اس سلسلے میں

”علامہ“ مشرقی نے گزشتہ جمعہ کو شاہی مسجد لاہور میں اوم کا جھنڈا لہرا دیا۔ اور ہندوؤں کی تقریریں کرائیں۔ اور خود بھی ایک طول طویل تقریر فرمائی جس میں زیادہ تر گیتا کی تفسیر بیان کی۔ اور اس کی تطبیق قرآن حکیم سے کی جس پر ہمیں حقیقتاً علامہ اقبال کے یہ شعر یاد آ گئے۔
یہ آیت نوحیل سے نازل ہوئی مجھ پر گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے بدری مسجد نکلتا نہیں ضد سچا مینتا ہندو مسلم اتحاد کا وعظ فرمایا گیا۔ بلکہ خاکسار جماعت کے

علامہ نے انتہائی رواداری کا اظہار فرمایا۔ اور اس آیت شریفہ کو بالکل بھول گئے کہ ”من یتبع غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ“ اور باقی رہی نیکی۔ تو

محال است سعدی کہ راہ صفا تو اس رفت جزو پے مصطفیٰ خلافت چیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید علامہ نے تو عبد الغفار ثانی بننے کی کوشش کی لیکن ہندو اخبارات ابھی تک ان پر بدگمان ہیں۔ پرتاپ لکھتا ہے۔

”لالہ کلیان داس کی شمولیت سے یہ نہیں سمجھا جاتا چاہئے کہ اس سے ہندوؤں کو کھلی چھٹی ہو گئی ہے۔ ہندوؤں کی ضعیف الاعتقادی آگے ہی ضرب المثل بن چکی ہے اس اس تحریک کے متعلق انہیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے“ ”ہندو بھارت“ کو علامہ ”مشرقی کے خلوص میں شبہ نہیں“ لیکن ان کے کام کرنے کا طریقہ مجھے ناپسند ہے۔

ہاروی خاکساروں کا کھلے ہندو نمازیں پڑھنا۔ اسلام کے اصولوں کا باقاعدہ پرچار۔ یہ سب باتیں تھیں جن سے ہندوؤں اور سکھوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی۔ ”نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لا بد“ فلا صدق الله قوله فی الدنیا والاخرۃ۔

”دیر بھارت کی رائے یہ ہے کہ ہندو مسلم اتحاد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے

خاکسار جماعت کی مذہبی حیثیت کو ختم کر دینا ہوگا۔“ ”ملاپ“ نے ابھی سے علامہ صاحب کو بتا دیا ہے کہ تقریر دس ہندو مسلم اتحاد نہ ہوا ہے۔ نہ ہو سکتا ہے بلکہ ہندو مسلم اتحاد کے رستے میں سب سے بڑی رکاوٹ فرقہ وارانہ انتخاب اور جداگانہ نیابت ہیں۔ علامہ مشرقی اور خاکساروں کو چاہئے کہ سب سے پہلے اس زہریلے تلے کو توڑ دیں۔

”علامہ“ تو نہ کسی کی سنتے ہیں۔ نہ سنیں گے۔ لیکن مسلمانوں کو سوچنا چاہئے۔ کیا ان کے سیاسی نصب العین کے جہاز کے لئے خاکسار ”تاہ پیدو“ کا کام تو نہیں دیں گے؟ (روزنامہ انقلاب مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۱)

شمس الاسلام پنجاب کے مسلمان اخبارات جو ”ہندو ترم“ کے تحیت اور وار دھا سکیم کے خلاف بہت زیادہ شور مچاتے رہے ہیں (اور ان کا یہ شور حق بجانب بھی تھا) مشرقی کی جدید فلاح اسلام حرکتوں پر خاموش ہیں اگر ان کا یہ شور دین کے احترام کو جانچ رکھنے کی غرض سے ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ آج شاہی ہاں صدیق ہے ہاں صدیق ہے۔ ہاں صدیق ہے۔ جو اس کو قند نہ کہے۔ خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کر دے“

(۵) در حدیث صحیح است از حضرت امام باقر علیہ السلام منقول است۔ ابھی الفاظ سے ابتداء کر کے حیات القلوب میں ایک روایت ہے۔ اس کو سن لیجئے۔

”یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت کو اپنی دعوت کا حکم فرمایا۔ پس آپ مسجد حرام میں تشریف لائے اور حجر اسمعیل پر کھڑے ہو کر آپ نے بلند آواز سے ندا فرمائی کہ اے قریش کے گروہ اور عرب والو! میں تم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اپنی پیغمبری پر ایمان لانے کے لئے بلاتا ہوں۔ اور حکم کرتا ہوں کہ تم بت پرستی کو ترک کرو اور جس چیز کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اس کے بارے میں میرا حکم مانو۔ تاکہ تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ

تا آنکہ حق تعالیٰ امر فرمود آنحضرت را بہ اظہار دعوت خود پس حضرت بہ مسجد آمد بہ حجر اسمعیل استاد و لبدائے بلند ندا کرد کہ اے گروہ قریش و اے طوائف عرب شمارا می خواہم لبسوئے شہادت برو وحدانیت خدا و ایمان آور دن بہ پیغمبری من و ام میکم شمارا کہ ترک کنید بت پرستی را و اجابت نمائید مراد را پنچہ شمارا بہ آن می خواہم تا بادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرماں برداران گردند و در بہشت بادشاہان باشند۔

اطلاعات

دیگر کئی مقامات کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ نیز آپ نے ماہ جنوری میں دہلی اور بمبئی کا تبلیغی سفر اختیار فرمایا۔ بمبئی میں آپ کی متعدد تقریریں ہوئیں۔ جن کا مسلمانوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ (منہج شمس الاسلام)

”شمس الاسلام“ کے حجم میں کمی

کاغذ مارکیٹ میں کیا بے بلکہ تقریباً نایاب ہو رہا ہے نرخ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے جو ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکا ہے اس لئے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ اس وقت تک جب تک کہ یہ ہولناک گرافٹی ختم نہ ہو جائے شمس الاسلام صرف تین کا پیوں پر شائع کیا جائیگا۔ اگر خدا بخواتمہ گرافی اور زیادہ بڑھ گئی تو ایسی حالت میں مزید کمی کے سوال پر بھی غور کرنا پڑے گا امید ہے کہ خریدار اس دسر بہت شایع اللہ

۱۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں تدبیس و تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہے۔ مولانا محمد عظیم صاحب ذاتی وجوہات کی بنا پر یکم دسمبر سے متعفی ہو کر چلے گئے ہیں۔ ان کی جگہ پر مولانا سعید الرحمن صاحب ہزاروی کالقرہ عمل میں آیا ہے۔ حضرت مولانا سکندر علی صاحب ہزاروی صدر مدرس و دیگر اساتذہ محنت سے کام کر رہے ہیں۔

۲۔ مجلس مرکزیہ حزب الانصار کے شعبہ تبلیغ کے لئے دو قلیل مبلغ درکار ہیں۔ خواہشمند حضرات جلدی درخواستیں روانہ کریں۔ مشاہرہ حسب لیاقت دیا جائیگا۔

۳۔ پشترامیر حزب الانصار نے ماہ نومبر و دسمبر میں سکھ کی ضلع گوجرانوالہ داربرٹن ضلع شیخوپورہ۔ گرجی شاہو (لاہور) بھرتہ ضلع شیخوپورہ۔ چنیوٹ۔ لالیاں ضلع جھنگ۔ واڑہ پچھمرہ ضلع جہلم۔ فاضلکا ضلع فیروزپورہ۔ بہاول نگر۔ چشتیاں شریف۔ منچن آباد۔ بہاول پور (ترنگ) ضلع ساہیوال۔

کیا مسلمانوں کے نصب العین کے جہاز کیلئے خاکسار تار پید و دینے؟

مشرقی کے ”اسلام“ پر انقلاب کے مدیر افکار کا تبصرہ

دروازے ہندوؤں اور سکھوں کے لئے بھی کھول دیئے گئے پہلے خاکساروں کو یہ ہدایت ہو کر تھی۔ کہ شام کو نماز پڑھا کرو۔ اب نماز کے ساتھ پڑھنا تھا۔ کالفظ بھی منہم کر دیا گیا۔ اور ”قلبہ اسلام“ کا علم دار ہند و مسلم کی ایک مخلوط جماعت کا لیڈر بن گیا۔ جس میں ڈاکٹر مسلم چشتی اور لالہ کلیمان دس بھائی بھائی بن گئے۔ اور فاضل بنصرتہم اخوانا کی تفسیر نئے زاویے سے لکھی گئی۔

”علامہ“ نے بار بار فرمایا۔ کہ نیک بنو۔ خاکسار بنو۔ کیونکہ خاکسار ہی نیک ہے۔ ہندو مسلمان کا کوئی سوال نہیں اس سلسلے میں

”علامہ“ مشرقی نے گزشتہ جمعہ کو شاہی مسجد لاہور میں اوم کا جھنڈا اہر دیا۔ اور ہندوؤں کی تقریریں کرائیں۔ اور خود بھی ایک طویل تقریر فرمائی جس میں زیادہ تر گیتا کی تفسیر بیان کی۔ اور اس کی تطبیق قرآن حکیم سے کی۔ جس پر ہمیں بے قیاس علامہ اقبال کے یہ شعر یاد آ گئے۔

یہ آیت نوحیل سے نازل ہوئی مجھ پر گیتا میں ہے قرآن تو قرآن ہیں مندر سے تو بزار تھا پہلے ہی سے بدری مسجد نکلتا نہیں ضد سچا میتا ہندو مسلم اتحاد کا وعظ فرمایا گیا۔ بلکہ خاکسار جماعت کے

فصل ثالث ائمہ شیعہ کے اقوال

(۱) قروع کافی جلد ۲ صفحہ ۴۴ میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلمان رحمۃ اللہ علیہ و حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

ومن ازہد من هؤلاء وقد قال فیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال۔
”ان سے بڑھ کر کون زاہد ہے جن کی شان میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جو کچھ فرمایا۔“

(۲) ”علامہ“ طبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں اقرار کرتا ہے کہ آیت سیجنہما الالقی الذی الایۃ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور خداوند کریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اتقی یعنی سب سے زیادہ پرہیزگار فرمایا۔

(۳) احتجاج طبرسی میں امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ لست بمنکر فضل ابی بکر ولست بمنکر فضل عمر ولکن ابابکر افضل۔ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ فضیلت میں برتر ہیں۔
(۴) شیعوں کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں ہے۔

سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف
هل یجوز قال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ فقال لا واد
اتقول ضلکذا فوثب الامام عن مقامہ فقال نعم الصدیق
نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق
فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ۔

حضرت امام باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو امام نے فرمایا جائز ہے کیونکہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا آپ اس کو صدیق کہتے ہیں۔ امام غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھ کر چلے گئے۔ ہاں صدیق ہے ہاں صدیق ہے۔ ہاں صدیق ہے۔ جو اس کو صدق نہ کہے۔ خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کر دے۔“

(۵) در حدیث صحیح است از حضرت امام باقر علیہ السلام منقول است۔ ابھی الفاظ سے ابتداء کر کے حیات القلوب میں

ایک روایت ہے۔ اس کو سن لیجئے۔

تا آنکہ حق تعالیٰ امر فرمود آنحضرت را بہ اظہار دعوت خود پس حضرت بہ مسجد آمد بہ حجر اسمعیل استاد و بصدائے بلند ندا کرد کہ اے گروہ قریش و اے طوائف عرب شمارا می خواہم لبسوئے شہادت برو حدانیت خدا و ایمان آوردن بہ پیغمبری من و ام میکنم شمارا کہ ترک کنید بت پرستی را و اجابت نمائید مرا در آنچه شمارا بہ آن می خواہم تا بادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرماں برداران گردند در بہشت بادشاہان با شید۔

”یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت کو اپنی دعوت کا حکم فرمایا۔ پس آپ مسجد حرام میں تشریف لائے اور حجر اسمعیل پر کھڑے ہو کر آپ نے بلند آواز سے ندا فرمائی۔ کہ اے قریش کے گروہ اور عرب والو! میں تم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اپنی پیغمبری پر ایمان لانے کے لئے بلاتا ہوں۔ اور حکم کرتا ہوں کہ تم بت پرستی کو ترک کرو اور جس چیز کی طرف تمہیں بلاتا ہوں اس کے بارے میں میرا حکم مانو۔ تاکہ تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ۔“

(حیات القلوب جلد دوم ص ۲۸)

اور عجم کے لوگ سب تمہارے فرماں بردار بن جائیں اور تم بہشت میں بھی بادشاہ بنو گے؟

ف۔ اس روایت کی مثال بھی اسی طرح ہے جس طرح آیت وعد اللہ الذین امنوا۔ الیہ میں ذکر کیا گیا حضور نے فرمایا کہ جو میری دعوت قبول کرے گا۔ میری پیغمبری اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے گا۔ اس کے لئے اخروی جزا تو یہ ہے کہ جنت میں جا کر وہاں کے مزے نصیب ہوں گے۔ اور اس کے لئے دنیوی بدلہ یہ ملے گا۔ کہ عرب و عجم کی بادشاہی اور فرمانی اس کو حاصل ہوگی۔ اب جس کو یہ پادشاہی اور سرداری نصیب ہوئی۔ جن سے یہ وعدہ پورا ہوا۔ اُن کا ایمان دار اور صادق العقیدہ ہونا خود یقیناً ثابت ہے۔

(۶) احتجاج طبرسی میں ہر روایت امیر المؤمنین یہ حدیث درج ہے۔

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے۔ کہ پہاڑ نے خلیش کی توحصو نے فرمایا۔ ٹھہر جا۔ کیونکہ تجھ پر ایک نبی۔ دوسرا صدیق اور تیسرا شہید ہے۔“

(۷) شیخوں کا متعدد کتب میں حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے متعلق امام جعفر صادقؑ کا یہ ارشاد موجود ہے۔
ہما اما من عادلان فاسطان کا ناعلیٰ الحق و ما تاعلیہ
فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔
دونوں امام عادل۔ منصف مزاج تھے۔ حق پر قائم تھے۔ اور حق پر ہی فوت ہو گئے۔ ان دونوں پر قیامت کے دن خدائی رحمت ہو۔

(۸) بیج البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۷۱ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک خطبہ درج ہے۔ جواز اول تا آخر حضرت فاروقؓ کے قتل سے لے کر یہ خطبہ آپؓ اس وقت فرمایا جب کہ حضرت فاروقؓ نے رومیوں کے ساتھ خود جا کر لڑنے کا ارادہ کیا اور آپؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا۔

”اللہ تعالیٰ نے اس دین والوں کے لئے دین کی حفاظت اور پردہ پوشی کی ذمہ داری خود لی ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد اس وقت کی جبکہ وہ بہت تھوڑے اور دشمن کے مقابلہ کے قابل نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو اس وقت دشمن کے ظلم سے محفوظ رکھا۔ جبکہ وہ تھوڑے تھے اور خود ظلم سے اپنے آپ کو بچانہ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ زندہ ہے فوت نہیں ہوتا۔ اگر آپؓ خود دشمن کے مقابلہ کے لئے ان کے پاس روانہ ہو جائیں اور اُن سے مقابلہ ہو اور خدا نخواستہ آپؓ کو کوئی گزند پہنچے۔ تو پھر تو مسلمانوں کیلئے ان دور ملکوں اور اجنبی علاقوں میں کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی اور تیرے بغیر ان کے لئے اور کوئی مرجع نہیں کہ اس کی طرف لوٹ جائیں۔ پس ان کے مقابلہ میں کسی تجربہ کار کو بھیجئے۔ نرم و گرم چشمیدہ اور خیر خواہ لوگ اس کے ساتھ بھیجئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے غلبہ دیا تو یہ وہی بات ہے جو آپؓ کو پسند و مطلوب ہے اور اگر دوسری بات شکست ہوئی تو پھر بھی آپؓ تو سارے لوگوں کے لئے

وقد توکل اللہ لا ھل ھذا الدین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی نصرھم وھم قلیلون لا ینتصرون وہ منعم وھم قلیلون لا یمتنعون حی لا یموت۔ انک متی تسرا الی ھذا الحد وفتلکم فتنکب لکن للمسلمین کافۃ دون اقصى بلادھم لیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیہم رجلاً محجراً و اخفہم معہ اھل البلاد والنصیحۃ فان اظھر اللہ فذاک ما تحب۔ وان تکلن الاخری کنت ردأ للناس ومثابۃ للمسلمین

ص ۲۷۲

ایک ناصر و مددگار اور تمام مسلمانوں کے لئے مشابہہ را کھٹے ہونے اور پناہ دینے کی جگہ رہیں گے۔
(۹) روم کی طرح ایک حاقہ امیران کا اسمی پیش آیا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ خود محاذ پر تشریف لے جا کر شریک جہاد ہوں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا۔ دیکھئے بیخ البلاغۃ۔

”اسلام کا غالب و منصور ہونا نہونا کثرت و قلت پر موقوف نہیں رہا یہ اس اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس نے اس کو غلبہ دیا۔ اور اللہ کا لشکر ہے جس کو اس نے تیار کیا اور امداد دی۔ یہاں تک کہ جہاں تک اس کو پہنچنا تھا وہ دین پہنچا۔ اور جس حد تک بلند تھا۔ بلند ہوا۔ اور ہم سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے لشکروں کو امداد دیا کرتا ہے۔ خلیفہ اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے تسبیح کے دانوں کے لئے دھاگہ ہوا کرتا ہے وہی دھاگہ ان سب کو ایک خاص ترتیب سے جمع رکھتا ہے جب وہ کہیں ٹوٹ جاتا ہے وہ سب دانے تتر بتر ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی بھی جمع نہیں رہ سکتے۔ اور آج اگر عربوں کی تعداد تھوڑی ہے لیکن اسلام کی برکت سے وہ زر حقیقت بہت زیادہ ہیں اور اکٹھے ہوئے اور مشتق رہنے کی وجہ سے زبردست ہیں۔ پس تو چکی کے قطب کی طرح بن۔ اور اس چکی کو عربوں سے گھاؤ۔ خود بچے رہو۔ اور لڑائی کی اس آگ میں انہیں جھونکو۔ اس لئے کہ اگر آپ اس ملک سے وہاں چلے گئے۔ تو اطراف و جوانب سے اور عرب آپ پر ٹوٹ پڑینگے اور بات اس حد پہنچے گی کہ کبھر یہاں کے رہنے اور فساد آپ کی نظروں میں وہاں کے حالات سے زیادہ اہم ہو جائیں گے۔“

”اگر کل میدان جنگ میں ایرانی آپ کو دیکھ لیں۔ تو وہ آپس میں کہیں کہ یہ اصل العرب یعنی عربوں کی بڑ ہے۔ اگر اس کو کاٹ دو گے تو پھر آرام کی زندگی نصیب ہوگی۔ اور اس وجہ سے وہ آپ کو شہید کرنے کی خاص کوشش کریں گے اور جو آپ نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ خاص اہتمام سے مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے ہیں تو اس کی کچھ پرواہ نہ کیجیے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ مقابلہ کے لئے نکلنا آپ سے زیادہ ناپسند ہے اور جو چیز اللہ کو ناپسند ہو اس کے بدلے دینے پر وہ خود خوب قادر ہے اور آپ نے جو ان کی کثرت تعداد کا ذکر کیا ہے تو اس کی بھی فکر نہیں۔ اس لئے کہ گزشتہ زمانہ میں ہم کثرت تعداد کی وجہ سے نہیں لڑتے رہے۔ بلکہ ہماری لڑائی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت کے بھروسہ پر رہی۔“

ان هذا الامر لم يكن لضربة ولاخذ لانه
بكثرة ولاقلة وهو دين الله الذي اظهره
وجنده الذي اعداه وامده حتى بلغ ما بلغ
وطلع حيثما طلع ونحن على موعود من الله
والله منجز وعده وناصر جنده ومكان
القيم بالامر سكان النظام من الخضر يجتمع
ويضمه فاذا انقطع النظام تفرق الخضر
وذهب ثمر لم يجتمع بحد امير ابداء والقر
اليومهم وان كانوا قليلا فهم كثيرون بالاسلام
عنيزون بالاجتماع فكن قطبا واستدال الرحي
بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك
ان شخصت من هذه الامرض انتقضت
عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى
يكون ما تدع من العويلات اهم اليك ما
بين يديك -

ان الاعاجمان ينظروا اليك غدا يقولون
هذا اصل العرب فاذا قطعتموه استرحتم
فيكون ذلك اشد لكلهم عليك وطمعهم
فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال
المسلمين فان الله سبحانه اكره لمسيرهم
منك وهو اقد رعلي تخيير ما يكره - واما ما ذكرت
من عددهم فاننا لم نكن نقاتل فيما مضى
بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونة
(بيخ البلاغۃ جلد اول ص ۲۸)

(۱۰) اسی نبی البلاغۃ کے صفحہ ۴۸۵ اور جلد دوم صفحہ ۲۵۳ پر حضرت علیؑ کا کلام بھی مذکور ہے جس میں انہوں نے حضرت عمر فاروق کے مناقب و فضائل نہایت بلیغ اور عمدہ پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔

(۱۱) اسی نبی البلاغۃ میں حضرت علیؑ کا ایک اور ارشاد موجود ہے جس میں آپ حضرت عثمانؓ کو مخاطب فرماتے ہیں۔

قد رأیت کما رأینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبناہ واما ابن ابی قحافة ولا عمر بن الخطاب اولی بعلم الحق منک وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشیخۃ رحم منہما وقد نلت من صیرۃ مالہ ینالہ (النجۃ البلاغۃ ص ۳۴۳ ج اول)۔

”جیسا ہم نے دیکھا ہے آپ نے بھی دیکھا ہے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے آپ نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول خدا کی صحبت حاصل کی آپ نے بھی کی۔ ابوبکرؓ و عمرؓ آپ سے زیادہ عامل بالحقیقہ تھے۔ آپ بوجہ قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرب ان کی نسبت رکھتے ہیں۔ اور آپ کو دامادی رسول کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں۔“

(۱۲) فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۰۹ میں ایک بڑی حدیث امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے۔ کہ راوی نے اُن سے پوچھا۔ کہ جہاد بر شخص کو جائز ہے۔ امام نے فرمایا نہیں شخص کو جائز نہیں۔ بلکہ جہاد کی اجازت اسی کو ہے جو ان اوصاف سے موصوف ہو۔ التائبون العابدون الحامدون الساجدون الامردون بالمعروف والنہون عن المنکر والحاظون لحدود اللہ ولا یكون ما ذونا فی القتال حتی یكون مظلوما ولا یكون مظلوما حتی یكون مؤمنا ولا یكون مؤمننا حتی یكون قاتلا لبشرائط الایمان۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ آیت اذن للذین یقاتلون ان مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے مشرکین مکہ سے قتال کیا تھا۔ مگر جن لوگوں نے کسریٰ و قیسریٰ یعنی ایران و روم سے جہاد کیا اُن کا کیا حال ہے۔ لیکن المہاجرین ظلموا من جفین ظلمہم اهل مکة باخر ارجہم من دیارہم واموالہم فقاتلوہم باذن اللہ عزوجل لہم فی ذلک وظلمہم کسری و قیسری ومن کان دونہم من قبائل العرب والعجم مہاجرین فی ایدہم ما کان المؤمنون احق بہ منہم فقد قاتلوہم باذن اللہ عزوجل لہم ذلک۔ ترجمہ۔ مہاجرین پر قیسر و کسری نے ظلم کیا تھا۔ لہذا انہوں نے خدا کی اجازت سے روم و ایران سے لڑائی کی۔

امام جعفر صادقؑ نے جہاد روم و ایران کو خدا کی اجازت سے قرار دیا۔ اور اس جہاد کے کرنے والوں کو مؤمن اور مظلوم اور کئی آیتوں کا مصداق ٹھہرایا اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایران و روم کے جہاد کرنے والے صرف حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ہی تھے۔ شیعہ سنی بلکہ تمام دنیا اس بات کو مانتی ہے۔ امام جعفر صادقؑ کی اس گواہی کے بعد حضرات شیخین کے ایمان سے انکار کرنا حضرت امام جعفر صادقؑ کو جھٹلانا ہے کیا شیعہ اپنے امام کی تکذیب کے لئے آمادہ ہیں۔

(۱۳) علامہ ابن شیم شارح نبی البلاغۃ جناب امیرؑ کا ایک خط نقل کرتا ہے۔ جو حضرت امیرؑ نے حضرت امیر معاویہؓ

کو لکھا تھا۔ اس خط کے حسب ذیل جملے قابل ملاحظہ ہیں۔

”صحابہ میں سب سے افضل اور سب سے بڑھکر اللہ و رسول کے خلیفہ خلیفہ صدیقؓ اور پھر ان کے خلیفہ فاروقؓ تھے میں اپنی جان کی قسم کھا کرتا ہوں کہ ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان کے صدے

کان افضلہم فی الاسلام والصحیحہم للہ والرسول الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصائب بہما الجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما اللہ باحسن ما عملتا۔

(وفات) اسلام کے لئے بہت سخت مصیبت ہے خدا ان دونوں پر رحم کرے اور ان کے اعمال کا انہیں نیک بدلہ عنایت فرمائے۔“

شیعوں کی مستند کتابوں سے یہ چند حوالے پیش کئے تاکہ بطور الزام یہ معلوم ہو جائے کہ اصحاب ثلاثہؓ کا ایمان خود شیعوں کا کتابوں سے بھی ثابت ہے۔

پس قرآن مجید کی بے شمار آیتوں، لاتعداد صحیح حدیثوں، اور ائمہ کے اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ تینوں حضرات یقیناً مؤمن، قطعی جنتی، اور تمام امت سے افضل ہیں اور جو کوئی انکے ایمان کو تسلیم نہ کرے۔ وہ قرآن مجید کا، حدیثوں کا، تمام ائمہ کے اقوال کا منکر ہے۔ اُن کے ایمان سے انکار تیب ہو سکتا ہے کہ پہلے کوئی شخص کلام الہی، کلام رسول سے قطعاً منحرف و منکر ہو جائے۔ اور قرآن و حدیث سے منکر یقیناً کافر باغی اور اسلام سے خارج ہے اب اس باب ثانی میں ان استدلال پر شیعوں کے عائد کردہ اعتراضات یا مغلطات کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو شبہات ڈال کر وہ لوگوں کو ان حضرات سے بد اعتقاد کر رہے ہیں وہ بالکل ہباء، منشوراً اور بے حقیقت ہیں۔ تبلیس و تدلیس سے کام لے کر ناواقفوں کو فریب میں مبتلا کرنا اور چیز ہے اور علی حقائق پر ٹھوس دلائل قائم کرنا اور۔ اور شیعوں کا تمام سرمایہ صرف یہی تبلیغات ہیں اور بس

باب ثانی فصل اول

(غزوہ احد و غزوہ حنین میں فرار کے دعویٰ کا جواب)

شیعہ مناظر نے دو آیتیں تلاوت کیں اور اس کا جلدی سے یہ معنی نکال دیا کہ دیکھو قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت خاٹھ و ثلاثہؓ غزوہ احد اور غزوہ حنین میں بھاگ گئے تھے اور انہوں نے منافقت کی وجہ سے رسولؐ کی رفاقت چھوڑ دی۔ حالانکہ ایہ تہائی تبلیس و تدلیس ہے۔ آیت میں صحابہ کرامؓ کی شکست کی نہ وہ صورت ہے جیسا کہ بیان کیا گیا اور نہ کہیں روایات میں یہ مذکور ہے کہ یہ حضرات بھاگ گئے تھے۔ اور انہوں نے آپؐ کی رفاقت چھوڑ دی۔ لوگوں کے سامنے اس انداز میں فرار کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے گویا قرآن میں ان حضرات کا نام لکھا ہوا موجود ہے کہ یہ میدان جہاد سے بھاگ گئے تھے۔ ضروری ہے کہ پہلے مختصر طور سے غزوہ احد و حنین کا واقعہ بیان کیا جائے اور آیتوں کی صحیح تفسیر کی جائے۔ اور پھر صحیح روایات کی روشنی میں بتا دوں گا کہ حضرات شیخینؓ حضورؐ کے پاس ہی رہے۔ دونوں موقعوں پر آپؐ کی ہمرکابی میں رہے۔ اور انہوں نے اخیر تک سہی رفاقت ادا کیا۔

غزوہ احد کا واقعہ

غزوہ بدر میں بڑے بڑے اشراف قریش قتل ہوئے تھے اُس کا انتقام لینے کے لئے قریش نے ابوسفیان کی سرداری میں پوری تیاریاں کیں اور تین ہزار کی مسلح جمیعت لے کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آئے۔ اور جبل احد کے قریب آکر کھڑے۔ جب مدینہ میں خبر پہنچی تو حضورؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا آخر کار فیصلہ یہی ہوا کہ باہر جا کر اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ الخضرؓ سیدہ کے شوال میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپؐ ایک ہزار کی جمیعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب مقام شوط میں پہنچے (جو اُحد اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) تو وہاں عبداللہ بن ابی بنی سو منافقوں کے ساتھ جدا ہو گیا۔ اب آپؐ کے پاس سات سو مخلص ایماندار ہی رہ گئے۔

جن میں سے صرف پچاس گھوڑ سوار تھے۔ دوسرے روز آپ نے خود بنفس نفیس نقشہ جنگ قائم کیا۔ تمام صفوف درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا۔ جس سے اندیشہ تھا۔ کہ کفار عقب سے لشکر اسلام پر حملہ آور ہو جائیں گے اُس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جن کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر تھے مامور فرما کر تاکید کی کہ ہم نوادہ کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے مت ٹلنا۔ حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ان کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ الغرض فوج کو پوری ہدایت دینے کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ میدان کا رزار گرم تھا۔ تمام غازیان اسلام بڑھ بڑھ کر داد شجاعت دے رہے تھے حضرت طلحہؓ حضرت ابو دجانہؓ حضرت علیؓ حضرت امیر حمزہؓ سید الشہداءؓ اور دوسرے مجاہدین کی بسالت و بے جگری کے سنانے مشرکین قریش کی کمریں ٹوٹ گئیں۔ اور اُن کو راہ فرار کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ بدحواس ہو کر بھاگے ان کی عورتیں جو غیرت دلانے کے واسطے آئی تھیں پائیچے چڑھا کر ادھر ادھر بھاگتی نظر آئیں۔ مجاہدین نے مال غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ یہ منظر جب اُن پچاس تیر اندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی ہے دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بیکار ٹھہرنا کیا ضروری ہے چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر نے رسول اللہ کا ارشاد یاد دلایا۔ وہ سمجھے کہ آپ کے ارشاد کا اصلی منشا ہم پورا کر چکے ہیں۔ یہاں ٹھہرنے کی حاجت نہیں الخیمة الغنیمۃ کہہ کر میدان میں چلے آئے حضرت عبداللہ بن جبیر اور اُن کے دس گیارہ ساتھی درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے مشرکین کے سواروں کا رسالہ خالد بن ولید کے زیرِ کمان تھا۔ (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) انہوں نے پلٹ کر درہ کی طرف سے حملہ کیا۔ دس بارہ تیر انداز کیا کر سکتے تھے تاہم انہوں نے مدافعت میں کوئی کمی نہ کی اور غوب مقابلہ کر کے جام شہادت نوش کیا۔ مسلمان مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہان اُن پر حملہ ہو گیا۔ عقب سے سواروں نے حملہ کیا۔ اور سامنے سے مشرکین کی بھاگی ہوئی فوج نے پلٹ کر مقابلہ کیا۔ مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور بہت زور کارن پڑا۔ کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی افراتفری میں عمرو بن قحطہ نے ایک بھاری پتھر حضور پر پھینکا۔ جس سے دندان مبارک شہید اور چہرہ انور زخمی ہوا۔ ابن قحطہ نے آپ کو شہید کرنے کی کوشش کی مگر مصعب بن عمیر نے (جن کے ہاتھ میں جھنڈا تھا) مدافعت کی۔ ابن قحطہ نے ان کو شہید کیا۔ اور سمجھا کہ میں نے حضور کو شہید کیا۔ چنانچہ کفار میں جا کر اس نے یہی کیا اور کسی شیطان نے آواز دی کہ ”محمد قتل کئے گئے“ اس ہولناک آواز کا جواثر عاشقان رسول پر پڑنا لازمی تھا وہی مسلمانوں کی ہوش اور پائوں اُگھڑ گئے ہر طرف اضطراب اور پریشانی چھا گئی۔ بعضوں نے یہ سوچا کہ جب حضور شہید ہوئے تو ہمارا زندہ رہنا پھر کیوں۔ انہوں نے گھمسان کی لڑائی کی اور شہید ہوئے چنانچہ حضرت انسؓ کے چچا انس بن نضر اُسی زخم کھا کر شہید ہوئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بینل زخم لگے تھے۔ کچھ زخم پیر میں لگے تھے جس سے لنگڑے ہو گئے تھے۔ اسی اثنا میں حضور نے آواز دی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ a

ابن الخطاب ہیں۔ تین دفعہ کہا۔ پھر ابوسفیان نے از خود کہا کہ یہ سب قتل کئے گئے۔ اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور فرمایا کذب یا بعد واللہ اے اللہ کے دشمن تو نے یہ جھوٹ کہا۔ جن کا نام تو نے لیا ہے یہ سب زندہ موجود ہیں۔ اور تیری بیباکی اور ترسے غم کے لئے یہ باقی ہیں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا۔ کہ یہ غزوہ بدر کا برابر کا بدلہ ہے۔ آج ہل غالب ہوا۔ اس پر رسول اللہؐ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ اللہ غالب ہے اور میری بزرگ و بڑتر ہے برابر ہی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں۔ اس کے بعد حضورؐ نے تمام شہداء کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا۔ اور پھر مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس غزوہ میں صحابہؓ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور حکم کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث بن سکتی ہے (یہ ہے غزوہ احد کا واقعہ جس کی بنا پر شیعہ حضرات صحابہ کرام کے ایمان پر طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کو چھوڑا اور بھاگ گئے حالانکہ یہاں نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے کا کہیں ذکر ہے اور نہ نعوذ باللہ منافقت کی کوئی بات ہے جو منافق تھے وہ تو ہمارے ہمارے تھے سو کی تعداد میں پہلے جدا ہو چکے تھے۔

بخاری شریف کی مختلف روایات میں یہ ذکر ہے کہ حضورؐ کے پاس بارہ صحابی موجود تھے اور شارحین بتا رہے ہیں کہ وہ منہم ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ و عبدالرحمن بن عوفؓ (قسطانی جلد پنجم ص ۲۲) اور اسی طرح علامہ عینیؒ شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال ابن سعد وثبت معہ عصابة من اصحابہ اربعة عشر رجلاً سبعة من المهاجرين و فيهم ابوبکر الصديق رضي الله تعالى عنه و سبعة من الانصار (یعنی ج، ص ۴) ابن سعد فرماتے ہیں کہ آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ثابت قدم رہی اور وہ چودہ مرد تھے سات جہاڑ ہیں میں سے تھے جن میں ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ اور سات انصار ہیں سے۔

اور علامہ عینیؒ بلاذریؒ کی روایت اس طرح نقل کرتے ہیں۔

وقال البلاذري ثبت معہ من المهاجرين ابوبکر و عمر و علي و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحة بن عبيد الله و الزبير بن العوام و ابو عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنهم اجمعين عرض تاريخ و سير في كتابي في انهم لم يبقوا من هذه الجماعة الا ابوبکر و عمر و علي و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحة بن عبيد الله و الزبير بن العوام و ابو عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنهم اجمعين

بھی ذکر ہے وہاں صاف طور سے ان حضرات کا نام اس فہرست میں نظر آئے گا جو اخیر وقت تک حضورؐ کے ساتھ ہی رہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی حیثیت اور مسلمانوں کی فوج میں ان کی خاص اہمیت و وقعت کا اندازہ بخاری شریف کی اس روایت سے ہو سکتا ہے کہ ابوسفیان نے جب آواز دے کر پوچھنا چاہا۔ تو حضورؐ کے اسم گرامی کے بعد ان دونوں کا نام پوچھا کہ وہ موجود ہیں یا نہیں۔ اس پر ان کا شہید ہونا گمان کر کے خوشی کا کچھ اظہار کیا۔ جس پر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ اور جہاد دانہ اور جو انحراد منہ نہ توڑ جواب دیا۔ کیا منافق اور میدان حرب سے بھاگنے والے شخص کی یہ دلیری اور شجاعت ہو سکتی ہے۔ کوئی کور باطن ان افعال و اقوال کو دیکھ کر کھیر بھی (نعوذ باللہ) ان کو منافق کہے تو یہ بد بختی و شقاوت کی انتہا ہے۔ دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ مگر بلا ثبوت دعویٰ کون مانا شیعہ ان حضرات کے فرار کے مدعی ہیں۔ تو کسی صحیح کتاب حدیث و سیرت سے یہ ثابت کر دکھائیں اور اگر صرف دعویٰ کر کے اپنے جی کو خوش کرنا ہے خواہ پھر لا جواب و شرمندہ ہو کر مجمع میں رسوائی کا باعث بنے۔ تو پھر احد کی تخصیص کیوں کرتے ہیں یہ بھی دعویٰ کریں کہ بدر فتح مکہ، خیبر اور دوسرے غزوات میں یہ حضرات بھاگ گئے۔ ”یوں نہ گفت دابلہ باور کرد“ کچھ ابلہ شیعہ ایسے ملتے رہیں گے جو دیوانوں کی ان دیوانگیوں کو سن کر یقین کریں گے۔ ہاں مگر یہ جادو سمجھ دار طبقہ پر کبھی بھی اور کسی طرح نہیں چل سکتا۔

پس آیت اذ تصعدون میں صرف مسلمانوں کے اس اضطراب اور پریشانی اور ناگہانی حملہ کی وجہ سے تتر بتر ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی ان حضرات کے علاوہ اور صحابہ کا۔ اور جیسا کہ متعدد صحیح روایات میں تصریح ہے یہ حضرات حضور کی محبت میں رہے اور ثابت قدم رہے۔ شیعہ مناظر لوگوں کو دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کر کے کہہ رہا ہے کہ قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ جھاگ گئے تھے۔ مگر یہ صریح غلط بیانی ہے۔ قرآن میں ان حضرات کا نام نہیں۔ کوئی بھی صحیح روایت نہیں جس کی بناء پر اس آیت کا تفسیق مٹھرائیں بلکہ صحیح روایات ان کی ثابت قدمی کی موید ہیں۔ لہذا یہ فزار کا اعتراض سرے سے بے اصل اور غلط محض ہے۔

غزوہ حنین کا مختصر واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی کہ "ہوازن" وثقیف وغیرہ بہت سے قبائل نے ایک لشکر تیار کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار جاہلین و انصار کی فوج گران لے کر جو مکہ" فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ اُنی تھی طائف کی طرف کوچ کر دیا۔ دو ہزار "طلاق" بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے آپ کے ساتھ تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی جمیعت کیل کاٹے سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلی۔ یہ خوش کن منظر دیکھ کر بعض صحابہؓ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ "جب ہم تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کبھی مغلوب ہونے والی نہیں" یہ جملہ مروان توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ احادیث میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے فوج مخالف کی جمیعت چار ہزار تھی۔ جو فیصلہ کن جنگ کے لئے تیاری کر کے نکلی تھی ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی میں سارے عرب میں مشہور تھا۔ اس کے بڑے ماہر اور مشاق تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگا کے بیٹھا تھا۔ صحیحین میں براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ پہلے محرم میں کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سامان چھوڑ کر پاپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہیوں میں سے جلد باز نے جو اکثر نو مسلم تھے۔ مال غنیمت کے لینے کے لئے آگے قدم بڑھایا۔ اس وقت ہوازن تیر اندازوں

نے گھات سے اچانک نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ اور سخت تیر اندازی شروع کی۔ ان واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برساے کہ اس اچانک حملہ کی وجہ سے قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ فوج کے اوّل حصہ میں مکہ کے وہی طلاق اور نو مسلم تھے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ابنا حصہ فوج کا اثر عقب کے مسلمانوں پر پڑنا طبعی تھا۔ ان میں بھی پریشانی اور اضطراب پھیلا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مع چند رفقاء دشمنوں کے مقابلہ پر تھے ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تقریباً سٹو یا سٹو صحابہ اور بعض اہل سیر کے قول کے موافق دس نفوس قدسیہ ساتھ رہ گئے تھے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ حضور اس وقت ایک سفید چمر پر سوار تھے۔ عباسؓ ایک رکاب اور ابوسفیان بن الحارث دوسری رکاب تھے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر مقابلہ کے لئے سامنے ہے۔ جدھر سے دشمن کا لشکر آ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اُسی طرف ہے اور اس طرف آگے بڑھنے کے لئے چمر کو ہمیز کر رہے ہیں۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغناء و اطمینان کے ساتھ انا النبئی لا کذب انا ابن عبد المطلب جاری ہے۔ حضرت عباسؓ جہیر الصوت تھے آپ کی ہدایت سے انہوں نے "اصحاب عمرہ" کو پکارا آواز کا صحابہ کے کالوں میں پہنچنا تھا کہ سب نے سواریوں کا رخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیا۔ جس کے اونٹ نے رخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کوو پڑا۔ اور سواری چھوڑ کر حضور کی طرف لوٹا۔ صحیح مسلم میں حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جب میں نے آواز دی تو۔

فواللہ لکانت عطفتم حین سمعوا صوتی | اللہ کی قسم جب انہوں نے میری آواز سنی تو وہ اس تیزی سے شمس الاسلام جلد ۱۷ نمبر ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ فروری ۱۹۴۳ء

عطفة البقر علی اولادها فقالوا یا لبتیک یا لبتیک
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸)

واپس لوٹ آئے جس طرح کہ گائے اپنے بچھڑے کی محبت میں اُس کے پاس تیزی کے ساتھ آپہنچتی ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہاں ہم حاضر ہیں۔ ہاں ہم حاضر ہیں۔“

اسی اثناء میں حضورؐ نے تھوڑی سی بٹی اور کنگریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں۔ بو خدا کے حکم سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑیں اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کی فوجیں بھیجا کر امداد فرمائی پھر کیا تھا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ آنا فائزین مطلع صاف ہوا۔ کفار کو پھر ہزیمت ہوئی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اور بہت سے قیدی بنائے گئے۔ (الحمد لله علی ذالک)

حضرات یہ ہے غزوہ حنین کا واقعہ جس میں صرف ”طلقاء“ اور بعض نو مسلموں سے لغزش ہوئی اور انہوں نے ہوازن کی اچانک تیر اندازی کو برداشت نہ کیا۔ اس میں نہ یہ ہے کہ سب صحابہؓ راہ فرار اختیار کر چکے۔ نہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی بھاگنے والوں میں تھے۔ بلکہ تاریخ و سیر کی روایتیں اس پر دلالت صریحہ کرتی ہیں۔ کہ یہ حضرات حضورؐ کے ساتھ اذیت تک رہے۔ امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:-

”قال العلماء فی هذا الحديث دليل علی ان فرارهم لم یکن بعيداً وانه لم یحصل الفرار من جميعهم وانما فتحه علیهم من فی قلبه مرض من مسلمة اهل مكة المولفة ومشرکيها الذین لم یکنوا اسلاموا وانما مکانت هذیتهم فجأة لانصابا بهم علیهم حد فة واحداة ورشقهم بالسهام ولا ختلاط اهل مكة معهم ممن لم یستقر الا یمان فی قلبه وممن ترتبص بالمسلمین الدواثر دینم نساء وصبیان خرجوا للغنیمتة فتقدم اخفاءهم فلما رشقوهم بالنبل وتوافنا قلبت اولاهم علی آخراهم الی ان انزل الله السکینة علی المؤمنین“

”علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور نہیں بھاگ گئے تھے۔ اور یہ کہ سب مسلمان ہرگز بھاگے نہیں تھے بلکہ اول یہ بھاگڑاں لوگوں میں پڑی جن کے دل کمزور تھے یہ وہ لوگ تھے جو مکہ کے مؤلفہ القلوب نو مسلم تھے یا وہ جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ اور ان کی شکست بھی اس لئے ہوئی کہ ہوازن یکدم اُن پر ٹوٹ پڑے اور یکدم تیر اندازی شروع کی۔ اور یہ بات بھی تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ اُس وقت مکہ کے وہ لوگ مخلوط تھے جو ابھی راسخ العقیدہ مسلمان نہ تھے اور جو مسلمانوں کی تکلیف و شکست کے انتظار ہی میں تھے اور اُن میں عورتیں اور لڑکے بھی تھے۔ جو غنیمت کے لئے نکل آئے تھے۔ پس کمزور اور ایسے جلد باز آگے بڑھے۔ جب انہوں نے تیر اندازی شروع کی تو وہ پیچھے ہٹے اور پہلے لوگ پھٹوں پر اُلٹ کر آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں پر سکینہ نازل کیا“ (شرح مسلم نووی ج ۲ ص ۲۸)

(نووی جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

حضورؐ کے ساتھ رہنے والوں کی تعداد صحیح روایات کی بناء پر شیعوں کا یہ کہنا تو کسی طرح صحیح نہیں کہ حضورؐ کے ساتھ غزوہ حنین میں صرف دو یا تین شخص رہ گئے تھے۔ کیونکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے ساتھ اس موقع پر انشی صحابہ کرامؓ رہے۔ چنانچہ ابوبکرؓ یہ بھی رح اور امام احمدؒ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۲ میں ہے۔

”ولقیئت معہ فی ثمانین رجلاً من المهاجرین والانصار“ میں انشی مهاجرین و انصار کے ساتھ حضورؐ کے ساتھ رہا۔ ہم فد منا ولم نؤلفهم الدبر“ اخیر تک ساتھ رہے اور پیچھے نہ ہٹے۔“

اور اسی طرح ابن کثیر کی ایک اور روایت ہے۔ ثبت معہ من الصحابة قریب من مائة (جلد ۲ صفحہ ۲۴۱) اور سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۴ میں تین سو کی روایت بھی ہے۔ اور بارہ کی بھی اور علامہ عینی نے ان بارہ کے نام ذکر کئے ہیں۔ اور تفسیر روح المعانی (پارہ ۸ ص ۶۷) میں دشل کی تعداد بتلائی ہے اور ان کے نام ہیں۔ اور اسی طرح سیرت ابن ہشام میں بھی ابن اسحاق سے روایت کی ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)۔

غرض حضور کے ساتھ رہنے والوں کی تعداد میں مختلف روایتیں وارد ہیں۔ مگر ان میں چند ان مخالف اس لئے نہیں کہ ان روایات مختلفہ کو جمع کر کے صورت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں ہے۔

وسادت فی عدد من ثبت معہ روایات مختلفہ فقیل مائة وقيل ثمانون وقيل اثنا عشر وقيل عشرة وقيل كانوا ثلثمائة ولا مخالفة لا مكان الجمع (سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۱۲۴)

جو حضرات حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے ان کی تعداد کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ کسی نے کہا کہ ستر تھی کسی نے کہا اسی کسی نے کہا کہ دشل اور کسی نے کہا تین سو۔ اور ان سب میں جمع کے امکان کی وجہ سے کوئی مخالفت نہیں۔

ان سب مختلف روایات میں یہ چیز مشترک ہے کہ جس کسی نے ثابتین کی تعداد لکھی۔ پہلے یہ ساتھ ضرور لکھا۔ ومنہم ابوبکر وعمر۔ چنانچہ روح المعانی، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۲۴ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۹۲ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۱۲۴ عینی شرح بخاری جلد ۱ ص ۱۱۲ میں صریحاً یہ نام ذکر کئے گئے ہیں۔ صاحب روح المعانی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ومعہ العباس وابن عمیر ابوسفیان بن الحارث وابنہ جعفر وعلی بن ابی طالب لرم الله وجهہ وریعہ بن الحارث والفضل بن العباس واسامہ بن زید وایمن بن عبید وقتل رضی الله عنه من ہین یدایہ علیہ الصلوۃ والسلام وهؤلاء من اهل بیتہ وثبت معہ ابوبکر وعمر رضی الله تعالی عنہما فکانوا عشرة رجال قال العباس رضی الله تعالی عنہ۔

نصرنا رسول الله في الحرب تسعة
وقد فر من قد فر منهم واقتشوا
وعاشرنا لاقى الحمام بنفسه
بما مسه في الله لا يتو جمع

(روح المعانی پارہ ۸ ص ۶۷)

اور آپ کے ساتھ یہ حضرات موجود تھے۔ حضرت عباسؓ حضور کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث اور ان کا بیٹا جعفر، علی بن ابی طالب۔ ربیعہ بن الحارث۔ الفضل بن العباس۔ اسامہ بن زید اور ایمن بن عبید جو وہاں پر حضور کے سامنے ہی شہید ہو گئے۔ یہ حضرات تو حضور کے اہل بیت میں سے تھے۔ اور آپ کے ساتھ ہی تھے۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پس کل دشل تھے جن کے بارے حضرت عباسؓ یہ شعر فرماتے ہیں۔

ایسی حالت میں کہ اور لوگ بھاگ گئے تھے ہم تو آدمیوں نے حضور کی امداد کی۔ اور ہم میں سے دسویں شخص نے موت قبول کیا۔ اور اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچے اس کا درد کچھ نہیں۔

حضرت عباسؓ کو بیکار کرنے کی ہدایت کی وجہ اور حضرت عباسؓ کو حضورؐ نے بیکار کرنے اور صحابہ کے بلانے کے لئے اس نے نہیں فرمایا تھا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ وغیرہ اس وقت ساتھ موجود نہ تھے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ اس موقع پر سب صحابہ کرام کو آواز پہنچانے اور اطلاع کرنے کی ضرورت تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے جہیز الصوت اور بلند بانگ شخص کا انتخاب موزون تھا۔ پس اگرچہ اس وقت آپ کی محبت و رفاقت میں حضرات شیخین اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ مگر آواز پہنچانے کی غرض سے آپ نے حضرت عباسؓ کو ارشاد فرمایا۔ کیونکہ حضرت عباسؓ بہت ہی جہیز الصوت اور بلند آواز تھے۔ چنانچہ سیرت کی مختلف شمس الاسلام جلد ۴ نمبر ۲

کتابوں میں لکھا ہے۔

وَأَنَّا خَصَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيَّاسَ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ كَانَ عَظِيمَ الصَّوْتِ كَانَ يَسْمَعُ صَوْتَهُ مِنْ ثَمَانِيَةِ أَمْيَالٍ كَانَ يَقِفُ عَلَى سُلْعٍ وَيَنَادِي غُلَامَهُ آخِرَ اللَّيْلِ وَهُمْ بِالْغَابَةِ فَيَسْمَعُهُمْ وَبَيْنَ السُّلْعِ وَالْغَابَةِ ثَمَانِيَةُ أَمْيَالٍ وَغَارَتْ الْخَيْلُ يَوْمًا عَلَى الْمَدِينَةِ فَنَادَى وَاصْبِرُوا هَذَا فَلَمْ تَسْمَعْهُ حَامِلُ الْأَوْضَعَتِ مِنْ عَظَمِ صَوْتِهِ
(سيرة حلب جلد ۳ ص ۱۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو صرف اس لئے خاص کیا کہ وہ اس قدر بلند آواز تھے کہ ان کی آواز آٹھ میل سے سنائی دیتی تھی۔ وہ سلع (پہاڑی) پر کھڑے ہو کر مقام غابہ میں اپنے غلاموں کو پچھلی رات آواز دیتے
تو وہ آواز اُن تک پہنچا دیتے۔ اور سلع و غابہ کے درمیان آٹھ میل کی مسافت ہے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ پر ڈاک بڑا آپؐ نے واصلہ کیا کہ کرپکارا جس حاملہ نے یہ آواز سنی آواز کی شدت سے اُس کا حمل گر گیا۔

جیسا کہ غزوہ حنین کا واقعہ ذکر ہو چکا۔ اس اول دفعہ کی اچانک پریشانی اور اغراقی کے بعد حضرت عباسؓ کی آواز سن کر سب صحابہ پھر پلٹ آئے۔ اور انہوں نے خوب جو انزوی دکھائی اور حضورؐ کے مٹی بھر کنکریوں اور نصرت ایزدی سے مسلمان غالب و منصور ہوئے۔ اور آخر کار کامیابی حضورؐ کو نصیب ہوئی۔ پس اگر یہ ہزیمت یا فتنہ لوگ منافق تھے، مومن کامل نہ تھے تو وہ دوبارہ پھر کیوں پلٹ آئے اور اپنے کو خطر میں ڈالا۔ اور بقول شیعہ اگر حضورؐ بالکل اکیلے یا دو تین اصحاب کے ساتھ رہے، تو کیا یہ شیعہ وہاں حاضر ہوئے اور انہوں نے پھر میدان جنگ میں لڑائی کی ہے؟ نہیں وہی مومنین تھے جو حضورؐ کی آواز پر آپ کے گرد جمع ہوئے۔ اور انہوں نے پھر سنبھل کر اللہ کے حکم سے دشمن کو زیر کر دیا۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ ان سب کو مومنین کے نام سے یاد فرماتے ہیں:-

فَمَا أَكْرَمَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ | پھر تاروی اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر۔

جن ”مومنین“ پر نزول سکینہ ہوا۔ وہ یقیناً ایسے لوگ تو ہوں گے جو کہ اس میدان جنگ سے باہر کہیں موجود ہیں۔ کیونکہ سیاق و سباق سے ظاہر یہ ہے کہ وہ مومنین مراد ہیں جن کا اس ”یوم جنین“ سے کچھ تعلق ہے۔ اب تو یادہ لوگ مراد ہیں جن سے انفرش ہوئی اور وہ اس موقع پر پہنچے بیٹھے۔ پس یہاں پر علیکم کی جگہ خاص طور سے المؤمنین فرمانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اُن کا یہ فعل ایمان کے ہرگز خلاف نہیں۔ وہ اب بھی مؤمن ہی ہیں جیسے کہ پہلے سے تھے۔ اور وہی رحمت خداوندی اور سکینہ الہی کے نزول کے مستحق ہیں۔ اور اللہ کی نصرت اُن کے شامل حال۔ یا المؤمنین“ سے مراد صرف وہ حضرات لئے جاؤں گے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی امداد و نصرت کا تعلق اُن سے اور ان کی برکت سے بیان فرماتا ہے۔ تو اس صورت میں بھی ہمارا دعا ثابت ہے۔ کیونکہ ”المؤمنین“ جمع مکر سالم کا صیغہ اور معروف باللام ہے۔

اور اگر ہمارے مخاطبین شیعہ حضرات کے علمی معلومات بہت کمزور ہیں۔ اور دقیق علمی مباحث کے سمجھنے کی ہمت نہیں اور انہوں نے فنون سے کچھ تعلق نہیں رکھا۔ تو میں انہیں نحو کی بڑی کتابوں کا حوالہ کیوں دوں۔ چھوٹے بچوں کے پڑھنے کی بالکل ابتدائی کتاب نحو میر فارسی زبان میں ہے۔ مناظر صاحب اس ابتدائی رسالہ کو کھول کر دیکھ لے۔ تو انہیں یہ کھٹا نظر آئے گا کہ جمع مذکر سالم معروف باللام جمع کثرت کے ابنیہ میں سے ہے۔ اور جمع کثرت کا معنی یہ ہے کہ اس کا اطلاق ہی شمس الاسلام جلد ۴ نمبر ۲

۴۹

محمد ۳۲۲ھ جنوری ۱۹۳۳ء

دشمن سے اور پرا فردا پر ہو۔ پس اس قاعدہ کی بنا پر بات بالکل ظاہر ہے کہ آیت ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ”مومنین“ جن پر نزول سکینہ ہوا اور حضورؐ کے ساتھ رہے وہ دشمن یا دشمن سے اوپر ہی تھے کم نہ تھے۔ اور شیعوں کا یہ کہنا کہ صرف دو یا تین ساتھی رہ گئے اس آیت کے خلاف کہنا ہے۔ پس جب آپ کے رفقاء کی تعداد دشمن یا دشمن سے اوپر ہے۔ تو وہ حضرات کون تھے۔ تاسیخ و سیر کی مستند کتابوں میں ان حضرات کے اسماء گرامی منقول ہیں۔ جیسا کہ میں نقل کر چکا۔ اور ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہیں۔ پس ان دونوں حضرات کا ایمان خود اس آیت ہی سے ثابت ہے۔

یا تیسری صورت یہ ہے کہ ”المؤمنین“ سے دونوں قسم کے لوگ لئے جائیں۔ وقیل المراد بہ ما یعم الطائفتین ولا یخلو عن حسن (روح المعانی پارہ ۱۰ ص ۱۰۷) یعنی وہ جن سے یہ لغزش ہوئی اور جو ثابت قدم رہے دونوں گروہ مراد لیں۔ پھر بھی ہمارا مقصد صاف ہے کہ وہ حضرات سب کے سب ایمان نہ تھے۔ اس ہزیمت سے ان کے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

خلاصہ جواب | الغرض غزوہ احدا و غزوہ حنین دونوں میں ان حضرات کا فراء بیان کرنا اور اس بناء پر ان کے ایمان کی صحتی کرنا اور حقیقت ناوا نقول کو دھوکہ دینا ہے۔ دونوں میدانوں میں انہوں نے حضورؐ کی رفاقت نہیں چھوڑی۔ اخیر دم تک آپ کے ساتھ رہے۔ اور انہوں نے بڑی جوانمردی اور دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ ان حضرات کی شجاعت اور حضورؐ پر اپنی جان مناری کے اتنے بے شمار واقعات ہیں کہ ان کے ذکر کرنے کے لئے یہ جگہ کافی نہیں۔ پس فراء اور بزدلی کو ان کی طرٹ منسوب کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے۔ ورنہ کسی کے خاک ڈالنے سے چاند چھپ نہیں سکتا۔ ان کی عالمگیر ضیاء باکی ناقیامت خفاش صفت حاسدوں کی آنکھیں خیرہ کرتی رہے گی۔

فصل ثانی واقعہ فذک

فذک کے جس واقعہ کو پیش کر کے شیعہ لوگ حضرات شیعینؓ کے متعلق دنیا کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کی اصل حقیقت اتنی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے، تو حضرت فاطمہؓ نے آکر آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ میراث کے طور پر فذک میں جو میراث حصہ پہنچتا ہے۔ وہ مجھے دیکھئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چونکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی جس کی بنا پر فذک کا بطور میراث تقسیم کرنا جائز نہیں تھا۔ اور خود حضورؐ سے مشافہتہ سننے کی وجہ سے وہی حدیث متواتر کی طرح قطعی کے حکم میں تھی۔ اور حضرت صدیقؓ کو اس پر عمل کرنا لازمی اور ضروری تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت زہراءؓ کو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نورث ولا نورث ما ترکنا کا صدقہ۔ ہم نہ کسی کے وارث بنتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث بنتا ہے۔ ہم سے جو کچھ رہ جائے وہ میراث نہیں صدقہ ہے۔ اس حدیث کی بناء پر فذک مال میراث نہیں کہ ورث میں تقسیم کر دوں بلکہ صدقہ ہے جیسا کہ حضورؐ نے اپنی زندگی میں اسے صرف کیا تھا میں انہیں مصافحت میں صرف کر دوں گا۔ یہ تقاضائے بشریت حضرت فاطمہؓ اس جواب سے کچھ ناراض سی ہوئیں۔ مگر ان کے پاس اس حدیث صحیح کے مقابلہ میں کوئی دلیل نہ تھی اس لئے انہوں نے پھر یہ مطالبہ بالکل تمکک کیا۔ اور پھر کبھی وفات تک آپ نے اس بارہ میں حضرت صدیقؓ سے بات چیت نہ کی۔ اگرچہ اس وقت کی عارضی ناراضگی کی شمس السلام علیہا النبیہ

لکم کتابا لا تضلوا بعده قال بعضهم ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم قد غلبه الوجد وعندکم القرآن
حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البيت فاختلفوا
فمنهم من يقول قد بوا ینکب لکم کتابا لا تضلوا بعده
ومنهم من يقول غیر ذلک فلما اکثروا اللغو والاختلاف
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قوموا۔

(بخاری شریف صفحہ ۶۳۸)

لکھوں گا کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ گے۔ بعض نے کہا۔
کہ حضور پر مرض کی سخت تکلیف ہے اور ہمارے پاس قرآن
موجود ہے۔ اللہ کی کتاب ہمیں کافی ہے۔ گھر میں جو موجود تھے
وہ لوگ باہم مختلف الرائے ہو گئے۔ اور آپس میں بحث ہونے
لگی۔ بعض کہتے تھے۔ کہ کاغذ قریب کر دو۔ کہ آپ کچھ لکھیں۔ اور
بعض کہتے تھے۔ کہ نہیں اب مناسب نہیں کہ تکلیف دیں جب
یہ اختلاف اور باہمی بحث طویل ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ اٹھو۔

ان روایتوں اور صحیح بخاری کی اس قسم کی دوسری روایتوں سے واقعہ کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے مرض
وفات میں پیچنبند کے دن یہ فرمایا کہ کاغذ لاؤ کہ میں نہیں کچھ لکھ دوں۔ اس وقت حضرت عباسؓ و علیؓ و حضرت عمرؓ اور بعض
دوسرے حضرات موجود تھے۔ بعضوں نے کہا کہ آپ کو مرض کی سخت تکلیف ہے ایسے موقع پر کاغذ لانا کھونا مزید تکلیف
کا باعث ہوگا جو الیوم اکملت لکم دینکم الایہ کی بناء پر دین کی کوئی اہم نئی بات رہی نہیں کہ اس امر کو وجوب کے لئے
سمجھیں اس لئے تکلیف دینا صحیح نہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اگرچہ نئی بات نہ ہو مگر زیادت ایضاح اور امتثال امر کے لئے
کاغذ لا کر لکھوانا چاہئے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہو رہے ہیں اس اختلاف برائے
اور باہمی گفتگو کے دوران میں حضرت عمرؓ نے بھی یہ فرمایا کہ واقعی اب آپ کو تکلیف ہے حسبنا کتاب اللہ ہمیں کتاب اللہ
کافی ہے۔ آپ کو اس موقع پر تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ بعضوں نے کہا کہ آپ شاید جدا ہو رہے ہیں آپ سے پوچھنا چاہئے
چنانچہ آپ سے دوبارہ اس بارے میں پوچھنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے چھوڑ دو میں لقاء خداوندی اور مراقبہ الہی کی جس حالت
میں ہوں وہ اس لکھنے لکھوانے سے بہتر ہے۔ حاضرین کی باہمی گفتگو اور اس دوبارہ مطالبہ کی وجہ سے مرض کی شدت کی
بناء پر آپ کو اور بھی تکلیف ہوئی۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ کہ اس بات کو چھوڑ دو اور اٹھو۔

یہ واقعہ ہے جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ ان کے کمال فہم اور قہارت پر دال ہے۔ کیونکہ
الیوم اکملت لکم دینکم الایہ پہلے نازل ہو چکی تھی۔ جس سے دین کے اتمام اور اکمال کی خبر مل گئی تھی۔ اب آپ گویا بطور امتحان
معلوم کر رہے تھے کہ اس کے بعد بھی کیا ان اصحاب کو کسی وحی اور حکم کا انتظار رہے۔ یا نہیں۔ اور اس امتحان میں حضرت
فاروق اعظمؓ سب سے اول کامیاب ہوئے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت
نہیں۔ اور آپ نے خاموش ہو کر ان کی رائے کی تصویب کی۔

نیز اس واقعہ کے بعد آپ پانچ روز تک اس دنیا میں زندہ رہے۔ اگر آپ کو حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں وصیت
لکھوانی تھی جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو پھر بعد میں آپ نے کسی اور موقع پر کیوں نہ لکھوائی۔ اور اگر یہ حکم اس قدر ضروری اور
اہم تھا۔ تو کیا حضورؐ نے حضرت عمرؓ کے خوف سے اللہ کے حکم کو چھپایا اور تبلیغ میں کوتاہی کی (حاشا وکلا) تبلیغ میں معمولی
کوتاہی کرنا اور تساہل برتنا عصمت پیغمبر کے منافی ہے۔ یا ایہذا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما
بلغت رسالتک واللہ یحصک من الناس اللہ کا فرمان ہے۔ آپ اس کی خلاف ورزی کیسے کر سکتے تھے۔

اگر کتابت سے مانع ہونا اور آپ کو لکھنے کا موقع میسر نہ کرنا اس موقع پر کوئی جرم اور موجب طعن ہے۔ تو جیسا کہ روایات
شمس الاسلام جلد ۱۴ نمبر ۲

میں ہے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ حضرت عمرؓ کی پروا نہ کر کے وہ آگے بڑھتے اور اس کام کو سرانجام دیتے مگر انہوں نے بھی کچھ دیکھا۔ لہذا اس ”جرم“ میں وہ بھی شریک ہوئے۔ کیا شیعہ حضرت علیؓ کو اس بارے میں مطعون کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ نیز بخاری شریعت کی روایت میں ہے فاختلف اہل البیت۔ اور شیعوں کی اصطلاح یہ ہے کہ جہاں کہیں اہل بیت کا لفظ روایات میں دیکھتے ہیں اُس سے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنینؓ ہی مراد لیتے ہیں۔ پس اُن کی مسئلہ اصطلاح کی بناء پر اس موقع پر اہل بیتؓ نے اختلاف کیا۔ اور اگر یہ اختلاف موجب طعن ہے تو کیا شیعہ اہل بیتؓ کو مجرم قرار دینے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں؟

اور بالفرض اگر حضورؐ کو خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا تھا۔ تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ آپ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں وصیت کر رہے تھے۔ ممکن ہے کہ حضرت صدیقؓ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تنصیص مقصود ہوتی۔ مگر پھر خیال ہوا کہ حضرت صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع مؤمنین سے خداوند تعالیٰ کر ہی دینگا اس لئے وصیت کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ چنانچہ اسی مرض وفات کا واقعہ ہے۔ کہ آپ نے حضرت صدیقہ عائشہؓ سے فرمایا۔

ادعی لی اباک و اخاک اکتب لهما کتابا فانی اخات
ان یتمنی متمن ویقول قائل انادلا دیابی اللہ و
المؤمنون الا ابا بکر۔
میرے پاس میرے والد اور بھائی کو بلا لاؤ۔ کہ میں ان کو وصیت نامہ لکھوں۔ مجھے خوف ہے کہ کوئی اور آرزو کرنے والا آرزو کر کے کہ میں ہوں کوئی دوسرا نہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ اور مسلمان ابو بکرؓ کو ہی قبول کریں گے۔

یہاں حضرت عمرؓ تو لکھنے سے مانع نہ تھے۔ مگر آپ نے لکھنا چھوڑ دیا۔ اسی طرح اس واقعہ میں بھی۔ پس شیعوں کا کام اس بن نہیں سکتا۔ اور جب شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ غدیر خم کے مقام پر ہزاروں لوگوں کے سامنے آپ کو وصی بنایا گیا تھا۔ پھر کیا ضرورت تھی کہ یہاں صرف چند آدمیوں کے سامنے وصیت کا کاغذ لکھتے ہیں۔ اگر صحابہؓ اس ”شہرہ آفاق“ وصیت کی پروا نہیں کرتے تو اس خانگی کاغذ کی وقعت ان کی نظروں میں کیا ہوتی۔ پس شیعوں کے اپنے نظریہ کے موافق بھی اس کتابت وصیت بھڑکانا غلط ہے۔ غرض اس واقعہ قرطاس میں امت کی کچھ حق تلفی نہیں کی گئی۔ اور حضرت عمرؓ کا فرمانا اور روکنا عین صواب اور حضورؐ کے مرض کی شدت کا خیال کر کے اپنی انتہائی محبت و عشق کا مظاہرہ تھا۔ اور یہی واقعہ اُن کے مناقب میں سے ایک مناقب اور اُن کی فقاہت کی دلیل ہے۔

فصل رابع

آیات منافقین سے اصحاب ثلاثہ کا نفاق ثابت نہیں بلکہ ایمان ثابت ہے

حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے ایمان اور ان کے مؤمن غلط ہونے کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ منافقین کے بارے میں جو آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اُن کو دیکھ کر و جسد ہا تبیین الاشیاء کی بناء پر اُن کا ایمان و اخلاص ثابت ہوتا ہے۔ مگر شیعہ اپنی کور ماطنی سے وہی آیتیں اُن پر چپا کر نے کی ناکام سعی کرتے ہیں چنانچہ میدان مناظرہ میں بھی انہوں نے بعض آیتیں پیش کیں۔ مگر جواب دے دیا گیا کہ انہی آیتوں سے تو اُن کا منافق ہونا اور کامل الایمان ہونا ثابت ہے۔
شمس الاسلام جلد ۴ نمبر ۲
محرم الحرام ۱۳۶۲ھ ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ

اور جس کو تم اپنی دلیل سمجھے بیٹھے ہو حقیقت میں وہ ہمارے لئے ایک قوی دلیل اور واضح بُرہان ہے۔ آیتیں مندرجہ ذیل ہیں۔
 (۱) وَصِيتَنَ حَزْلِكُمْ مِنَ الْاَعْدَابِ مَنَافِقُونَ ط وَ
 مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَوْمٌ مَرَدُّوْا عَلٰى الْبَغَايِ لَا تَعْلَمُوْهُمْ ط
 نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ
 اِلَى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ پ ۱۱ ۲۶

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق دو قسم کے لوگوں میں سے تھے۔ یا تو بدوی تھے۔ یا شہر مدینہ کے رہنے والوں میں سے۔ آخرت کے عذاب سے پہلے پہلے دنیا میں ان پر دو دفعہ عذاب نازل ہوا۔ ایک دفعہ ان کا نفاق آشکارا کیا گیا اور ان کی رسوائی ہو گئی۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم اور طبرانی کی روایت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے منافقین کو فرمایا کہ یا فلان فانک منافق اخبرہ یا فلان فانک منافق فاخبرہم باسمکم ففضحہم۔ (نام لے کر ان کو نکالا اور رسوا کیا) اور جب حضرت عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص نے آپ کو کہا۔

ایشر یا عمر فقد فضحہ اللہ تعالیٰ المنافقین الیوم
 (روح المعانی پارہ گیارہ صفحہ ۲۸۵) کیا۔

اور منافقوں کا دوسرا عذاب یہ ہے کہ وہ قتل کئے گئے۔ اس آیت کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین میں سے کوئی بھی منافق نہیں۔ اور منافقین کو دنیا میں دو مرتبہ عذاب ہوا۔
 اب ظاہر ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم مہاجرین میں سے تھے نہ بدوی تھے اور نہ اہل مدینہ۔ اس آیت کو ان پر چپ پان کر کے انہیں منافق کہنا کتنی بڑی حماقت اور اپنی روسپاہی ہے۔ اور ان پر عذاب کب نازل ہوا بلکہ ان پر تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی بارشیں ہوئیں۔ استخلاف فی الارض تمکین دینی اور فتوحات کی نعمتوں سے مالا مال ہوئے اور دنیا میں ان کو ایسی عظیم الشان ترقی اور سر فروزی نصیب ہوئی جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی۔ اور دنیا کے کھلکا ہوں نے ان کے سسٹے اپنی گردنیں جھکا میں ثابت ہوا کہ ثلاثہؓ مومنین کاملین تھے ان میں نفاق کا ذرہ بھر شامل نہ تھا۔

(۲) لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُخَالِفُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مَّنْ اَبٰى مَا تُقِفُوْا اُخْدُوْا وُقِيْلُوْا قَتَلُوْا ثُمَّ لَا يَسْتَنِّيْكُمْ اللّٰهُ فِي الْاٰلٰتِيْنَ خَلُوْا مِنْ قَبْلِ ۝ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا
 (پارہ ۲۲ ع ۵ سورہ احزاب)۔

یہی آیت منافقین اور مومنین کے درمیان ماہہ الامتیاز ہے۔ اس آیت سے منافقین کی حسب ذیل صفات معلوم ہوتی ہیں۔
 (۱) نبی کریم صلی اللہ کو ان پر جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ (جیسا کہ دوسری آیتوں سے ثابت ہے جیسا کہ آئندہ ذکر ہو گا)۔

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس مصنف مولانا سید ولایت حسین صاحب دیوبند۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا مثنوی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رڈ سائیکل کی طرف سے سینوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مزین پیرایہ میں تبلیغ رڈ اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطامع و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ حصہ دوم ۶ حصہ سوم ۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲ / محصول ڈاک علاوہ۔

برق آسمانی جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے رعایتی قیمت ۴ /

جریہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف **صور اسرافیل** جو اگست ۱۹۰۳ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں نبیؐ جو نبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سخت الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گو ناگوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ مدح صحابہ و تبرائے قرآن مجید احادیث نبی کریمؐ اقوال ائمہ سادات صوفیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک کے

افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سترہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرائیوں کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴ / محصول ڈاک ۴ /

تاریخ نقشبندیہ مولفہ مولانا حکیم حافظ بکھروی اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۴ / علاوہ محصول ڈاک۔

اجتناب الخفیہ اس رسالہ میں صد ہا علمائے اسلام میں دلائل و نحو و براہین قاطعہ سے فرقہ روافض و مرزائیت کا ارتداد اور رافضی و میرزائی سے مثنوی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴ /

تحفہ میرزا یعنی جریہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۰۳ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہو چکے ہیں۔ قیمت ۴ /

حقیقت شیعہ مولفہ قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سربراہوں کا انکشاف فی سینکڑہ پانچ سو پے فی نسخہ اور عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا تبلیغ ہدایا القرآن رڈ۔ نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۴ /

کتاب تحقیق المرام فی منع القراءة خلف الامام

تقریف لطیف حضرت مولانا مفتی پرغلام رسول صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اس میں حضرت مصنف مرحوم نے حنفی مذہب کی تائید کرتے ہوئے امام کے پیچھے سوئے فاتحہ نہ پڑھنے پر قوی دلائل پیش کئے ہیں۔ قیمت ۴ /

لئے کاپیہ بیچ کر جریہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

فتاویٰ کا مجموعہ قیمت فی نسخہ ۰ رو فی سینکڑہ صرف دو رو پے
محصول بذمہ خریدار۔

خاکساری فتنہ خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی

علماء کرام کو بیدار کیا جس کو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان
مشرقی محمدی دستبرو سے محفوظ رہا۔ اور جس کو دیکھ کر خاکساری
کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی۔ اس کتاب کی مقبولیت

عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ تین سال کے عرصہ
میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر انھوں نے ہاتھ

نکل گئی یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس کے ۹۲ صفحات ہیں
از مولانا پیر زادہ محمد بہاء الحق صاحب قاسمی قیمت فی نسخہ ۳

کشف الغطاء شیعوں نے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس
میں بزرگ خود سو آیات قرآنیہ سے

ارسال یزیدین فی الصلوٰۃ پر استدلال کیا ہے مولانا سید
غلام حسن شاہ صاحب پرکاروی نے کشف الغطاء کے نام سے

اس کا نہایت عمدہ رد تالیف فرمایا ہے جس میں قرآن و حدیث
اور کتب مذہب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت

دین کے علاوہ شیعوں کے پیش کردہ دلائل کا جواب دیا ہے
اس کے علاوہ شیعوں کے دوسرے مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے

فی نسخہ ۲۔

المشرقی علی المشرقی مشرقی عقائد اور اس کی تحریک
کے خلاف افغانستان بھر

آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال کے اکابر علماء و مشائخ
اور اہل قلم حضرات کے تبصروں، بیانات اور فتاویٰ

مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مرقی
و ترکی اخبارات کی رائے کا قابل دید مجموعہ۔ قیمت

فی نسخہ ۳۔

رسالہ خیر جاری روزنہ خاکساری از تصنیف پیر
مولانا محمد بہاء الحق

صاحب قاسمی امت سری قیمت ۱۰
مظاہر قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب سلم بی۔ اسے

اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی
مساوات و اسلامی تعلیمات کو موثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں

کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ قیمت ۵۔

اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ
منعقدہ ۱۰۹۸-۱۰۹۹ اور سیر برائے میں انصار رسالہ

سے آگے مکر الصوت پر خطاب حسین اسلامی جہاد کی حقیقت اور
فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے اور عہد حاضر

کی بعض گھرانہ عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے
از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار

بھیرہ قیمت ۲۔

خاکساری مذہب ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے
نمائندہ اجتماع کے موقع پر بقیہ میانوالی

علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افزہ تبصرہ جو بصورت
ٹریکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا از مولانا ظہور احمد

صاحب بگوی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲۔
محمد پنجاب غایت اللہ شرقی کے کفر پر رد خیالات

مشرقی فتنہ پر لا جواب تنقید از قلم جناب سید ابو الاعلیٰ
صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۰ رو فی

سینکڑہ صرف دو رو پے علاوہ محصول ڈاک۔

ضرب کی سی ذہن خاکساری محمد پنجاب غایت اللہ
مشرقی کے عقائد

اور اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء مصر و بیت المقدس
و ترکی و مکہ معظمہ کے حنفی شافعی مالکی و حنبلی علماء کرام کے

منہ کا پتہ :-

منبر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)